ادارۃ الاویس ۞ لاہور

مؤلف
اکمل اویسی پیرزادہ

کتاب	سوانح عمری حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ
مولف	اکمل اویسی
ناشر	ادارہ الاویس، لاہور
اشاعت	بار اول مئی 1998ء
تعداد	ایک ہزار
تزئین و اہتمام	راحیلہ بشیر
پروف ریڈنگ	ضیاء سلطان
کمپوزنگ	تقدیر کمپوزرز
زیر نگرانی	محمد رمضان
قیمت	54 روپے

خط و کتابت

ادارہ الاویس

القرطبہ مارکیٹ، 5 فیروز پور روڈ، مزنگ چونگی لاہور

فون 7551478 - 7575836

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم
خاک پنجاب از دم او زندہ گشت
صبح ما از مہر او تابندہ شد
کلام حضرت علامہ اقبال رح
کتبہٗ خورشید عالم گوہر قلم لاہور
۱۴۱۹ھ
۱۹۹۸ء

فہرست مضامین

پیش لفظ!

صاحبزادہ ابوالعاصم محمد سلیم حماد

سجادہ نشین حضرت داتا گنج بخش رحمتہ علیہ

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے عشاق کی تعداد لامحدود ہے ان عشاق میں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا عشق مصطفےٰ ﷺ اس درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے کہ جس پر محبت مصطفےٰ اور دیدار مجتبےٰ سے مستفیض ہونے والے اکابر صحابہ بھی دستک کرتے ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں صوفیائے تابعین رضی اللہ عنہ کے باب میں رقم طراز ہیں کہ آفتاب امت شمع دین و ملت حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ اہل تصوف کے علیم مشائخ میں سے ہیں۔ آپ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور سعید میں موجود تھے محبت سے مستفیض نہ ہو سکے۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف دیدار حاصل نہ کر سکنے کی دو وجوہ تھیں ایک غلبہ حال دوسری والدہ ماجدہ کی خدمت۔ حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ قرآن میں اویس نام کا ایک مرد حق ہے وہ قیامت کے دن قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت کی شفاعت کرے گا........ جب آپ لوگ ان سے ملیں تو میرا سلام پہنچائیں اور ان سے کہیں کہ وہ میری امت کے حق میں دعا کریں۔

یہ شان مقام حضرت اویس قرنی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دیوانگی کی حد تک عشق نے عطا فرمایا۔ آج بھی عشاق کی ایک جماعت خود کو اویسی کہلاتی ہے عشق سے سرشار لوگوں میں سے ایک بزرگ خواجہ نورالحسن اویسی رحمتہ اللہ علیہ تھے جس کا صوفیانہ کلام خوبیوں سے مرصع ہے۔ آپ حضرت داتا گنج بخش کے سچے عقیدت مند تھے اور دربار شریف پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ اور آپ فیض گنج بخش سے مستفیض ہوئے' آپ کے پوتے کا نام خواجہ محبوب الحسن اویسی ہے جو تقریباً" ہر جمعرات کو " دربار داتا" پر حاضری دیتے اور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔ مجتبیٰ اکمل

اویسی صاحب خواجہ محبوب الحسن اویسی کے فرزند ہیں' جو گورنمنٹ کالج لاہور کے گریجوایٹ اور پنجاب یونیورسٹی اورنٹیل کالج سے ایم اے عربی کے ڈگری یافتہ ہیں۔

پیرزادہ اکمل اویسی کو مطالعہ کتب اور تحقیق کے ذوق و شوق کا یہ عالم ہے۔ کہ اکثر الائبریوں کی خاک چھانتے نظر آتے ہیں' اور ادارہ الاویس کے روح رواں ہیں۔ جو درجنوں کتب کی نشرواشاعت کرچکاہے اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت کے اظہار میں مجی اکمل اویسی صاحب نے ایک تذکرہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ مرتب کیا ہے جس کے صفحہ صفحہ پر حضور داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے محبت و عقیدت کا جذبہ موجزہ نظر آتا ہے' عوام کی ذہنی استطاعت کے مطابق سلیس اور آسان اردو نے کتاب کو مسلسل مطالعے کے قابل بنا دیا ہے اور توقع ہے کہ قارئین اس کتاب کو پسند فرمائیں گے۔

حضرت سید ہجویر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے مختلف موضوعات نے کتاب کی افادیت میں چار چاند لگادیئے ہیں۔ بعض موضوعات پر اکمل اویسی سب سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن مجموعی طور پر یہ کتاب ایک مہکتا ہوا گلدستہ ہے جس کی خوشبو ہر خاص و عام قاری محسوس کرے گا۔

اللہ تعالیٰ اکمل اویسی کی قرطاس قلم سے وابستگی مزید مضبوط بنائے اور بزرگان دین کے احوال و آثار اور تعلیمات کے لئے انان کے قلم کو دواں دواں رکھے۔ تحقیق کے طلاطم کاغواث بنائے تاکہ ان کی کاوشوں سے گرد آلود صفحات میں سس پاک و صاف اور نتیجہ خیز تحریریں ابھر کر سامنے آسکیں۔

آج کے اس دور میں جبکہ انسانیت چکاچوند روشنیوں کے بھنور میں کھوچکی ہے اور بے راہ روی کے راستے پر بیمار ذہن اور کھنڈر جسم سے رینگ رہی ہے۔ اسے اسلامی قدروں' اسلامی گھواروں' اسلامی تہواروں' اسلامی پہنوؤں' اسلامی رویوں' اسلامی جذبوں' اسلامی لذتوں' اسلامی تقاضوں اور اسلامی رشتوں کی پہچان کروانا بہت ضروری

ہوگیا ہے۔ اور یہ کام علم و عمل ہی سے ممکن ہے۔ صوفیاء حق کی تعلیمات ہر دور میں راہ عمل متعین کرتی ہیں۔ اس لئے صوفیاء کی تعلیمات کا مطالعہ کیجئے، میری دعا ہے کہ رب کریم ہم سب کو راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

الوالعام محمد سلیم حماد
۲۹ مئی ۱۹۹۸ء

تقریظ

از حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری مصنف و مولف دینی کتب ہائے کثیر امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم و بہ نستعین و نصلی علی رسولہ الکریم

سوانح عمری مخدوم الامم حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

فاضل علوم مجتّی و محترمی اکمل اویسی پیرزادہ صاحب نے تالیف فرمائی ہے، محترم پیرزادہ صاحب نے جامع اور مستند حوالوں سے یہ کتاب مرتب فرما کر اہل ذوق علماء کرام، متعلمین و معلمین کے لئے گراں قدر سرمایہ فراہم کردیا ہے۔

پیرزادہ صاحب موصوف کو حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے جو عقیدت و انسیت ہے کتاب اس کی مظہر ہے۔ کتاب پڑھتے ہوئے دل میں یہ یقین پیدا ہوجاتا ہے کہ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پیرزادہ صاحب کی رہنمائی فرماتے جارہے ہیں اور ہدایت دے رہے ہیں کہ اس کتاب میں ان ان باتوں کو شامل کرلو۔ ماشاء اللہ یہ کتاب صرف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح عمری نہیں ہے، بلکہ ایک مکمل تاریخ بھی ہے، جغرافیہ بھی ہے اور داتا صاحب اور متعلمین داتا صاحب کی مختصر مگر جامع سوانح عمری بھی ہے۔ پیرزادہ صاحب نے حضرت غوث الاعظم، حضرت سلطان الہند خواجہ اجمیری اور حضرت داتا صاحب رحم اللہ تعالیٰ عنہم کے مستند شجرہ نسب و شجرہ طریقت سے کتاب کو مفید بنادیا ہے۔

انہوں نے داتا حضور کے پیر و مرشد اور ان کے بزرگان دین جن سے داتا صاحب علیہ رحمت نے بالواسطہ یا بلاواسطہ فیض حاصل کیا کا خصوصی تذکرہ بھی رقم کیا ہے۔ داتا علیہ رحمت جن مقامات پر دوران سیاحت تشریف لے گئے ان مقامات کا اور ان مقامات میں جن بزرگان علم و فضل سے شرف ملاقات ہوا، کا بہت اچھے پیرایہ میں ذکر کرکے قاری کے لئے دلچسپی پیدا کردی ہے۔ پیرزادہ صاحب نے داتا صاحب کی

تصنیفات جن میں سے اکثر نایاب ہیں کا جامع تعارف کرادیا ہے۔ داتا علیہ رحمت کی کرامات خاص کر مسجد سے نمازیوں کو کعبتہ اللہ کی زیارت کرانے کا تذکرہ عقیدت سے کیا ہے۔

کتاب میں بقرہ کی ماضی کی شان و کتب خانہ کا اظہار کر کے کتاب کو دلچسپ بنادیا ہے۔

کتاب کے آخیر میں صاحب عرفان و بصیرت شعراء کا کلام عقیدت شامل کر کے اہل ذوق احباب کے لئے زید سلطان سکون قلب مہیا کر دیا ہے۔

کتاب ہر طرح سے جامع اور حقائق کا مظہر ہے' دلی دعا ہے کہ اللہ تعالی پیرزادہ صاحب کو صحت و ایمان کی دولت سے مالا مال کئے رکھے اور معاشی طور پر ان کو خوش حال رکھے کہ مزید دینی کتب تالیف و تصنیف فرما کر تبلیغ دین کا فریضہ ادا کرتے رہیں۔ **تشنگان** علم کی تشنگی دور کرتے رہیں اور اس دور جدید میں دینی حقائق سے اہل علم طبقہ کی رہنمائی کرتے رہیں۔ دلی دعا ہے کہ یا اللہ اس کتاب کو مقبول عام کر کے عوام و خواص کی رہنمائی و تسکین قلب کا باعث بنا۔ آمین

نیاز مند

سید محمود احمد رضوی

27 محرم 1419ھ 24 مئی 1998ء

اظہار رائے

شیخ علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش دنیائے اسلام کی ایک نابغۂ روز گار ہستی تھیں۔ علم و فضل سے مالا آپ کی شخصیت اسلام کی روحانی دنیا میں بھی منفرد مقام پر فائز ہے۔ لاہور میں قیام فرما کر آپ نے اشاعت اسلام اور استحکام کے لئے جو جان سوز کوششیں کیں وہ ہماری تاریخ کا حصہ ہیں۔ آپ کی تصنیف کشف المحجوب تصوف کے موضوع پر اس خطہ میں اولین کوشش ہے اور اس پایے کی بلند کتاب ہے کہ یہ بے پیر' لوگوں کو پیر کا کام اور بے مرشدوں کے لئے مرشد کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ کی حیات طیبہ ہی میں عقیدت مندوں کا ایک ہجوم آپ کے گرد جمع رہنے لگا۔ جونہی آپ دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ کا مزار مرجع خلائق بن گیا۔ خواجہ معین الدین چشتی جیسی روحانی دنیا کی سرتاج شخصیت نے بھی آپ کے آستانہ قدس پر عبادت و ریاضت کو قابل افتخار سمجھا۔ دنیا کے کروز کے مالک تاجور بھی ان کی دہلیز کو چومنا اپنے لئے باعث برکت سمجھتے رہے۔ عوام کا یا داتا کہتا ہوا ' ہجوم ان سے ان کی عقیدت کا مظہر ہے۔ مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ شیخ علی ہجویری علم و ادب' روحانیت و تصوف کی وہ عظیم شخصیت ہے کہ جن کا کوئی دوسرا ہم پایہ نہیں۔

شیخ علی ہجویری کے حیات و اوصاف کے بارے میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ نہایت قدیم سے چلا آرہا ہے ان کے بارے میں بڑی بڑی نادر شخصیتوں نے قلم اٹھائے ہیں اپنے لئے باعث سعادت سمجھا۔ لیکن یہ سلسلہ نہ بند ہوا ہے نہ ہوگا کیوں کہ شخصیت "ہر آن تیار طورز میں برق تجلی ہے" چنانچہ ہر لکھنے والے پر ان کی شخصیت میں کوئی نہ کوئی ایسی روشنی نظر آجاتی ہے جسے وہ دوسرے تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہے۔

برادر عزیزم اکمل اویسی جو پیر زادہ ہیں۔ علم و تصوف انہیں ورثہ میں ملا ہے' شیخ

علی ہجویری سے ان کی عقیدت ان کی مزاج اور فطرت کی کمزوری ہے۔ زیر نظر کتاب کی تالیف و تدوین میں انہوں نے جان جوکھوں سے کام لیا ہے اور ممکنہ منابع سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب میں اس دور کے لباس' مذہبی اور مجلسی احوال کو شامل کر کے انہوں نے اس دور کا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ اس طرح شیخ علی ہجویری کی تبلیغی کوششوں کو سمجھنے میں آسانی پیدا ہو گئی۔ مولفؒ نے بڑی کاوش سے شیخ علی ہجویری کی حیات مقدسہ کے جملہ پہلوؤں پر کچھ نہ کچھ روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اس طرح یہ کتاب شیخ ہجویری کی شخصیت اور ان کے کارناموں کا خوب صورت مرقع بن گیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ نوجوان اکمل اویسی تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ جاری رکھیں اور ساتھ ساتھ گہرا مطالعہ بھی کرتے رہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اپنی استقامت کی وجہ سے ہماری آئندہ نسل کا مایہ ناز مصنف ہو گا۔ ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ ان کی یہ موجودہ تصنیف اپنی آسان زبان و بیان کے اعتبار سے پر کشش ہے۔

۲۴ مئی ۱۹۹۸ء

انجم رحمانی

ڈائریکٹر لاہور میوزیم' لاہور

اظہار خیال

سر زمین پاک و ہند پر جو صوفیاء کرام ایک آفتاب عالم تاب کی طرح طلوع ہوئے اور جن کی ضیا پاشیوں اور تابناکیوں سے اس سرزمین کا ہر گوشہ منور ہوا ان میں حضرت شیخ سید علی ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی مقام صدارت پر ہے۔ آپ عالم اسلام کے ان صوفیاء عظام میں سے ہیں جو بیک وقت عالم دین و شریعت بھی ہیں اور شہسوار اشہب طریقت و حقیقت بھی ہیں۔ آپ کی تصنیف لطیف "کشف المحجوب" سالکین راہ طریقت کے لئے ایک مرشد کامل کی حیثیت رکھتی ہے اور برصغیر پاک و ہند میں تصوف پر لکھی جانے والی سب سے پہلی کتاب شمار ہوتی ہے۔ نیز یہ کتاب عربی میں کتاب اللمع اور عوارف المعارف کی مثیل اور ان کی طرح اپنے موضوع پر وقیع و مستند ہے۔

حضرت داتا گنج بخش اولیائے ہند کے میر کارواں ہیں' آپ کا مزار صدیوں سے مرجع خلائق ہے اور یہ موضوع بھی الگ سے تحقیق کا طالب ہے کہ آخر وہ کون سے اعمال صالحہ تھے جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس قدر مقبول ہوئے کہ جن کے باعث اللہ رب العزت نے مخلوق کے قلوب آستانہ ہجویر کی طرف موڑ دیئے۔ سال کے بارہ ماہ میں لیل و نہار کی تمام ساعتوں میں' خواہ کوئی بھی موسم ہو اور کوئی بھی وقت ہو' یہاں لوگوں کی حاضری کبھی منقطع نہیں ہوتی اور یہ مزار گزشتہ گیارہ صدیوں سے حضرت داتا گنج بخش کے فضل و کمال اور تقرب بارگاہ ربوبیت کی زبان حال سے شہادت دے رہا ہے۔

سید ہجویر مخدوم امم
مرقد او پیر سنجر را حرم

بزرگان دین کے احوال و آثار کا ذکر سراسر رحمت ہے' ارشاد نبوی ہے عند

ذکر الصالحین تنزل الرحمہ (او کما قال) کہ صالحین کا ذکر کرتے وقت رحمت الہٰی کا نزول ہوتا ہے' آج کے اس پر فتن دور میں صوفیائے کرام ہی ابنائے امت کی تعمیر شخصیت اور سیرت سازی کے لئے روشن مینار ہیں' اور آج جب دین اسلام کو ہر طرف سے طاغوتی تحدیات کا سامنا ہے تو انہی بزرگان دین کی تعلیمات ہی راہ نجات و فلاح ہیں۔

برادر محترم پیرزادہ اکمل اویسی صاحب نے اسی نسبت اور اسی غرض و غایت کے پیش نظر سلطان الاولیائے حضرت شیخ علی ہجویری ثم لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے احوال و آثار اور مناقب و کمالات پر مشتمل ایک ضخیم و مستند کتاب تصنیف کی ہے۔ یہ تصنیف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دیگر سوانح حیات سے منفرد اور ممتاز ہے۔ مصنف نے بڑی محنت و جانفشانی سے صاحب سوانح کے متعلق جملہ متفرق معلومات کو یکجا کر دیا ہے اور آپ کی تعلیمات و مناقب پر خصوصی توجہ مرکوز کی ہے اور بلاشبہ یہ سعی و کوشش لائق صد تحسین ہے اور داتا کی نگری کے ایک فاضل اور خوش نصیب نوجوان کی سید ہجویر کے ساتھ سچی محبت و عقیدت کا واضح و بین ثبوت اور زاد آخرت ہے۔

22 مئی 1998ء

ڈاکٹر خالق داد ملک

شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی لاہور

نذرانۂ عقیدت

بحضور حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم
مرقدِ اُو پیرِ سنجر را حرم

بند ہائے کوہسار آساں گسیخت
در زمینِ ہند تخمِ سجدہ ریخت

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شُد
حق ز حرفِ او بلند آوازہ شُد

پاسبانِ عزّتِ اُمّ الکتاب!
از نگاہش خانۂ باطل خراب

خاکِ پنجاب از دمِ اُو زندہ گشت
صُبحِ ما از مہرِ اُو تابندہ گشت

عاشق و ہم قاصدِ طیّارِ عشق،
از جبینش آشکار اسرارِ عشق

از:- علامہ اقبالؒ

کتابت:- محمد عبدالرحمٰن [illegible] لاہور

شجرہ نسب

حضرات داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہوری و سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
اور
خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

ہاشم
↓
عبد المطلب

سیدنا عبد اللہ
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا

ابو طالب
حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت زید رضی اللہ عنہ
سید حسن اصغر رحمۃ اللہ علیہ
سید ابو الحسن علی رحمۃ اللہ علیہ
سید عبد الرحمان رحمۃ اللہ علیہ
سید علی رحمۃ اللہ علیہ
سید عثمان رحمۃ اللہ علیہ
سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

حضرت حسن مثنی رضی اللہ عنہ
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا
سید عبد اللہ محض رحمۃ اللہ علیہ
سید موسی الجون رحمۃ اللہ علیہ
سید عبد اللہ ثانی رحمۃ اللہ علیہ
سید موسی ثانی رحمۃ اللہ علیہ
سید داؤد امیر رحمۃ اللہ علیہ
سید محمد روحی رحمۃ اللہ علیہ
سید عمر یحیی زاہد رحمۃ اللہ علیہ
سید ابو عبد اللہ جبلی رحمۃ اللہ علیہ
سید ابو صالح موسی جنگی دوست رحمۃ اللہ علیہ
سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ
امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ
امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ
امام موسی کاظم رحمۃ اللہ علیہ
امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ
امام ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ
امام عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ
سید طاہر رحمۃ اللہ علیہ
سید محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ
سید کمال الدین رحمۃ اللہ علیہ
سید غیاث الدین رحمۃ اللہ علیہ
خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

شجرہ طریقت

حضرات داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہوری و سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
↓
خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ عبد الواحد
(جن سے سلسلہ چشتیہ چلا)
حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ
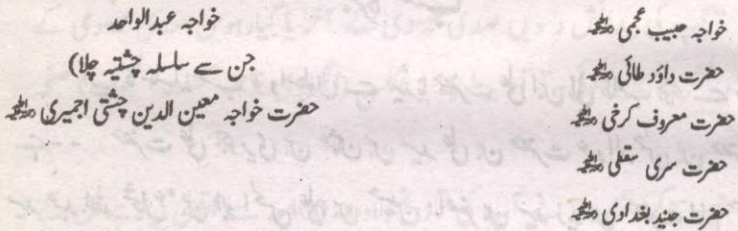
خواجہ ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ
(جن سے سلسلہ سہروریہ ملحق ہوتا ہے)
(شیخ شہاب الدین عمر سہروری رحمۃ اللہ علیہ)

حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبد العزیز تمیمی رحمۃ اللہ علیہ
(جن سے سلسلہ قادریہ ملحق ہوتا ہے)
شیخ ابو الحسن علی ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ
سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ
شیخ ابو الفضل بن ختلی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت علی بن عثمان ہجویری
المعروف بہ داتا گنج بخش لاہوری
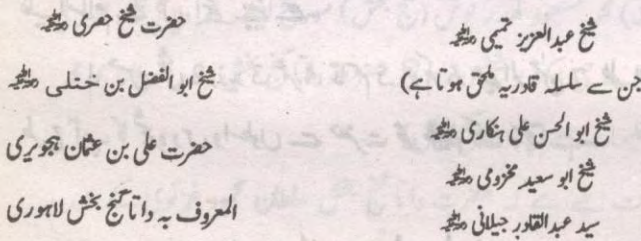
حضرت داتا گنج بخش کا تعارف

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا اصل نام علی بن عثمان بن علی ہے۔ کشف المحجوب میں آپ نے اپنا نام ابو الحسن علی بن عثمان بن علی الجلابی الہجویری الغزنوی تحریر فرمایا ہے۔ گویا کہ آپ کا نام علی، کنیت ابو الحسن، لقب گنج بخش، والد گرامی کا نام عثمان، سکونت غزنی شہر، محلہ ہجویر و جلاب اور مسلک حنفی ہے۔

شجرہ نسب

آپ کا سلسلہ نسب نو واسطوں سے سیدنا حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔۔ حضرت علی ہجویری بن عثمان بن سید علی بن حضرت عبدالرحمٰن بن حضرت سید عبد اللہ شجاع، بن ابو الحسن علی بن حسین، اصغر بن سید زید بن حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ کرم اللہ وجہہ ابن ابی طالب بن عبدالمطلب قریشی و ہاشمی۔

حضرت زین العابدین بن حضرت امام حسن جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے معرکہ کرب و بلا میں اپنے چچا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے تھے، لیکن میدان جنگ سے صحیح و سلامت اپنے بھائی حسن مثنیٰ کی طرح سے واپس آئے تھے۔ سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے کل آٹھ بیٹے تھے۔

1. حسن مثنیٰ 2. زید 3. عمر 4. قاسم 5. ابوبکر 6. عبدالرحمٰن 7. طلحہ 8. عبید اللہ۔ اس طرح آپ کا شجرہ دس واسطوں سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔

ولادت باسعادت

حضرت داتا گنج بخش کی تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض بزرگوں کی روایت کے مطابق آپ 400ھ میں سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں پیدا

ہوئے۔ تاہم بعض تذکرہ نگاروں اور محققین کی آراء میں آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول 373ھ میں ہوئی۔ حافظ عبد اللہ فاروق "شیخ علی ہجویری جو داتا گنج بخش کے نام سے زیادہ مشہور ہیں وہ 1009ء کے قریب پیدا ہوئے۔" شیخ محمد اکرم (آب کوثر) صفحہ نمبر 76

"آپ کی ولادت پانچویں صدی کے شروع میں ہوئی ہوگی۔" ڈاکٹر محمد شفیع مولوی (مقالات دینی و علمی) جلد اول صفحہ نمبر223

"بعض لوگوں نے آپ کی پیدائش کا سال 400ھ لکھا ہے' لیکن اس کو یقینی نہیں کہا جاسکتا۔" معین الحق ڈاکٹر (معاشرتی و علمی تاریخ) صفحہ نمبر2

"آپ کی پیدائش دسویں صدی عیسوی کے آخر یا گیارھویں صدی عیسوی کے ابتدائے عشرے میں ہوئی۔" آر۔ اے۔ نکلسن (انگریزی ترجمہ کشف المحجوب) صفحہ نمبر111

جن تذکرہ نگاروں نے آپ کی تاریخ ولادت 400ھ سے اتفاق کیا ہے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

محمد دین فوق (داتا گنج بخش) غلام جیلانی مخدوم (سیرت گنج بخش) ضیاء الدین عبدالرحمٰن (بزم صوفیہ) محمد منیر قریشی (پیر کامل) پروفیسر طفیل سالک (داتا گنج بخش) خالد محمود (داتا گنج بخش اور ان کا عہد) پروفیسر غلام سرور رانا (حضرت داتا گنج بخش) محمد نصیب (صاحب وقت) محمد مسعود کھدر پوش (گنج بخش) مورخ لاہور محمد دین کلیم قادری (مدینتہ الاولیاء) اے جی سکندر شیخ (مقام فقر حضرت داتا گنج بخش) اور ابو العاصم محمد سلیم حماد (حیات و تعلیمات حضرت داتا گنج بخش)

تاہم ایک بات طے ہے کہ حضرت داتا گنج بخش سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں ان کے دارالسلطنت غزنی میں پیدا ہوئے۔ اصل وطن غزنی ہونے کے باوجود آپ بالعموم ہجویری اور جلابی کے نام سے مشہور ہیں۔ غزنی شہر کے محلے جلاب

اور ہجویر میں رہنے کی نسبت سے آپ جلابی اور ہجویری کہلائے۔ غزنی شہر کے ان دو محلوں جلاب اور ہجویر کے بارے میں تذکرہ نویسوں نے خیال ظاہر کیا ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد پہلے جلاب میں رہتے تھے وہاں سے محلہ ہجویر میں چلے آئے' اور آخر وقت تک یہیں قیام پذیر رہے۔ ایک اور خیال یہ بھی ہے کہ ہجویر آپ کا ننھیال تھا اور محلہ جلاب دادھیال' جس کی وجہ سے آپ ہجویری اور جلابی کے نام سے معروف ہوئے۔

حضرت داتا گنج بخش "کشف الاسرار" میں اپنے وطن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ میری پیدائش کا مقام ہجویر ہے' خدا تعالی اسے آفتوں' حادثوں اور ظالم بادشاہوں سے بچائے رکھے۔"

صاحب سیفتہ الاولیاء نے لکھا ہے کہ آپ کی پیدائش آپ کے ننھیال محلہ ہجویر میں ہوئی' کیوں کہ آپ کی والدہ ماجدہ محلہ ہجویر کی رہنے والی تھیں اور جب آپ کی ولادت ہوئی تو وہ اپنے والدین کے گھر مقیم تھیں' اسی نسبت سے آپ ہجویری کہلائے۔

خاندان

آپ کا خاندان غزنی کے ممتاز اور عالم و فاضل گھرانوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ آپ کے نانا غزنی کی سرکردہ شخصیات میں شمار کئے جاتے تھے اور مالی اعتبار سے یہ ایک مضبوط اور مستحکم خاندان تصور کیا جاتا تھا۔ پورا خاندان روحانیت اور متصوفانہ عقائد کی بناء پر علم و عمل کا گہوارہ تھا۔ آپ کے ماموں اپنے زہد و تقویٰ کی بناء پر "تاج الاولیاء" کے لقب سے معروف تھے شرافت اور صداقت میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ خاندان سادات سے تعلق ہونے کی وجہ سے بھی لوگ ہمیشہ انہیں احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور معزز تصور کئے جاتے تھے۔

والد گرامی

حضرت سید عثمان بن علی چوتھی صدی ہجری کے آخر میں عباسی حکمران بہاؤ الدولہ کے دور میں جو کہ بدامنی، افراتفری اور مفلوک الحالی کا دور تھا۔ لوگ حکومت کے رویہ سے تنگ آکر نقل مکانی پر مجبور تھے، ہر وقت جان خطرے میں رہتی تھی۔ ان حالات میں سادات کا یہ خاندان امن و آتشی کی تلاش میں اپنے وطن سے نکلا اور غزنی میں آباد ہوگیا۔

ابتداء میں آپ کو کافی مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نو وارد تھے جوانی کا عالم تھا۔ بہرحال سید عثمان بن علی نے اپنی مشکلات پر جلد ہی قابو پالیا اور اپنی خداد داد صلاحیتوں کی بناء پر محلہ جلاب میں آباد ہوگئے۔ آپ چونکہ ایک عالم دین تھے اس لئے اپنے فارغ اوقات میں دینی اور علمی خدمات میں مصروف رہتے۔ آپ نے تمام عمر رزق حلال کمایا اور اپنے اہل و عیال کی کفالت کی۔ آپ بڑے عابد اور زاہد تھے۔ شریعت اور طریقت کے مسائل سے پوری طرح آگاہ تھے اور اس کے پابند بھی۔ عقیدہ توحید پر سختی سے کاربند تھے اور فقہ حنفیہ کے پیروکار تھے۔ آپ اپنے عقیدے اور عمل میں کتاب و سنت کی پابندی ملحوظ خاطر رکھتے، صبر و رضا، توکل و قناعت، درویشی و فقر آپ کی طبعیت کا جزو تھی۔ عبادت الٰہی اور ذکر الٰہی میں اپنا وقت گزارتے تھے۔

دنیاوی معاملات میں بھی آپ اخلاق کی بلندی پر فائز تھے۔ ہر ایک سے محبت اور خلوص سے پیش آتے غریبوں، محتاجوں، مسکینوں، ضرورت مندوں کی بلا تخصیص مدد فرماتے اور ان کی دل جوئی کرتے۔ قرآن پاک کی تلاوت ان کا روزانہ کا معمول تھا، کم گو تھے، آپ میں وہ تمام خوبیاں اور کمالات موجود تھے جو ایک متقی، پرہیزگار، زاہد اور عابد شخص کی شخصیت کا لازم ہوتی ہیں۔ آپ کا وصال غزنی میں ہوا اور اور یہیں پر آپ مدفون ہوئے۔

والدہ گرامی

آپ کی والدہ ماجدہ ایک نیک سیرت اور پاک باز خاتون تھیں۔ ان کی شادی سید عثمان بن علی سے ہوئی اور حضرت داتا گنج بخش آپ کی اکلوتی اولاد تھے۔ آپ ان کے لئے بہت شفیق تھیں۔ شرافت اور دین داری کی وجہ سے پورے خاندان میں نہایت عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ لوگوں سے بہت محبت اور ہمدردی کا سلوک روا رکھتیں بہت مہمان نواز اور سلیقہ شعار خاتون تھیں۔ پردے کی پابند اور شوہر کی اطاعت اپنا فرض اولین سمجھتی تھیں۔ آپ کا وصال غزنی میں ہوا اور آپ کو آپ کے بھائی تاج الاولیاء کے مزار کے قریب دفن کیا گیا۔

حلیہ مبارک

صاحبزادہ ابو العاصم محمد سلیم حماد سجادہ نشین درگاہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف ''تذکرہ سرتاج اولیاء حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ'' صفحہ نمبر 45 میں جو کہ انہیں ان کے بزرگوں کی زبانی معلوم ہوا لکھتے ہیں کہ

''آپ کا قد میانہ ، جسم سڈول اور گھٹا ہوا تھا' جسم کی ہڈیاں مضبوط اور بڑی تھیں' فراخ سینہ اور ہاتھ پاؤں مناسب تھے' چہرہ زیادہ گول تھا نہ لمبا' سرخ و سفید چمکدار رنگت تھی' کشادہ جبین اور بال سیاہ گھنے تھے۔ بڑی اور غلافی آنکھوں پر خمدار گھنی ابرو تھیں۔ ستواں ناک درمیانے ہونٹ اور رخسار بھرے ہوئے تھے' چوڑے اور مضبوط شانوں پر اٹھتی ہوئی گردن تھی' ریش مبارک گھنی تھی آپ بڑے جاذب نظر اور پر کشش تھے۔

لباس کے بارے میں آپ کی کتاب ''کشف المحجوب'' (طبع تہران) صفحہ نمبر 58 سے معلوم ہوتا ہے جس میں آپ خود فرماتے ہیں۔

''ایک طبقہ ایسا بھی ہے جس نے لباس کے بارے میں تکلف نہیں کیا اگر رب

تعالی نے انہیں گدڑی دی زیب تن کرلی' اگر قبا دی تو پہن لی اور اگر برہنہ رکھا تو برہنگی میں بھی صبر و شکر کیا میں نے مسلک اعتدال کو اختیار کر رکھا ہے اور لباس کے سلسلہ میں مجھے یہی طریقہ پسند ہے۔"

گویا کہ آپ لباس کے معاملے میں کسی قسم کا تکلف نہیں برتتے تھے۔ جو ملتا تھا صبر و شکر کے ساتھ اس کو زیب تن کرلیتے۔ لباس دکھاوے اور نمود و نمائش کے لئے نہیں صرف تن ڈھانپنے کے لئے استعمال کرتے تھے۔

تعلیم و تربیت

اولاد کی تربیت میں اولین ہاتھ والدین کا ہوتا ہے۔ آپ کے والدین چونکہ خود دین دار اور علوم ظاہری و باطنی سے مالا مال تھے اس لئے انہیں خواہش تھی کہ ان کا بیٹا بھی بڑا ہوکر عالم و فاضل بنے۔ حضرت علی ہجویری نے جس ماحول میں آنکھ کھولی وہ ایک خالص علمی اور دینی ماحول تھا۔

غزنی شہر میں دنیائے اسلام کے معروف و ممتاز علماء و فضلاء قیام پذیر تھے۔ غزنی ان دنوں علم و ادب کا گہوارہ تھا شہر میں کئی مدرسے تھے جن میں تعلیم و تربیت کا بہترین انتظام تھا۔ یہی وجہ تھی کہ دور دراز سے طالب علم حصول علم کے لئے غزنی آتے' اس وقت مساجد میں دینی مدرسے بھی موجود تھے۔ جو تشنگان علم کی پیاس بجھاتے اور انہیں قرآن و حدیث کی تعلیم سے سیراب کرتے۔ مختصر یہ کہ غزنی کا ماحول خالص علمی تھا اور یہاں ہر طرح کی تعلیمی سہولتیں ایک طالب علم کو میسر تھیں۔

قرآن پاک کی تعلیم - آپ نے قرآن مجید کی تعلیم اپنے والد یا کسی استاد سے چار سال کی عمر میں حاصل کرنی شروع کی۔ فطری طور پر خدا نے انہیں بہت اچھا حافظہ دیا تھا۔ آپ بہت ذہین تھے' چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے قرآن پاک پڑھ لیا۔

حصول علم شریعت

قرآن مجید کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد حضرت علی ہجویری نے غزنی کے مختلف مدارس سے اس دور کے مروجہ علوم یعنی عربی اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد علم فقہ، علم حدیث و تفسیر، علم منطق اور فلسفہ پر عبور حاصل کیا۔ اس طرح ابتداء میں آپ کو علم شریعت میں پوری طرح مہارت حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد مختلف شہروں میں علوم ظاہری و باطنی کی سعی کی۔ علمی پختگی حاصل کرنے کے لئے آپ نے جن اساتذہ سے فیض حاصل کیا ان کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

شیخ ابو القاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری، ابو الفضل محمد بن الحسن الختلی، امام ابو العباس بن محمد اشقانی، شیخ ابو سعید ابو الخیر، خواجہ احمد مظفر بن احمد بن حمدان، ابو العباس احمد بن محمد قصاب، ابو جعفر محمد بن مصباح صدلانی، فرغانی حضرت ابو عبد اللہ بن علی الداغستانی، حضرت شیخ ابو القاسم بن علی بن عبد اللہ گرگانی کے نام قابل ذکر ہیں۔ آخر الذکر شیخ ابو القاسم گرگانی آپ کے سب سے پہلے استاد ہیں جن سے آپ نے درسی علوم حاصل کئے اور سب سے زیادہ استفادہ کیا۔

آپ نے "کشف الاسرار" میں شیخ ابو القاسم کو اپنا علم دین کا استاد لکھا ہے۔ فرماتے ہیں۔

"میرے علم دین کے استاد فرمایا کرتے تھے فقر میں رضا جوئی مرشد سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے پس فقیر کو چاہئے کہ مرشد ہی کی حضوری رکھے یعنی ہر وقت مرشد کو اپنے پاس ہی سمجھے۔ آگے مرشد کی تعریف کے ضمن میں بتایا ہے کہ اسے کس قسم کا ہونا چاہئے "ایسا نہ ہو کہ وہ خود ہی ڈوبا ہوا ہو اور اپنے مرید کو بھی لے ڈوبے۔"

عائلی زندگی

محمد دین فوق اپنی تصنیف "داتا گنج بخش" میں لکھتے ہیں۔

''حضرت نے اپنی پہلی شادی کا کہیں ذکر نہیں کیا کہ کب ہوئی' کہاں ہوئی' جہاں انہوں نے دوسری شادی کا ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ گیارہ سال سے خدا تعالیٰ نے نکاح کی آفت سے بچایا ہوا تھا۔ مقدر نے آخر پھنسا دیا اور میں عیال کی محبت میں دل و جان سے بن دیکھے ہی گرفتار ہوگیا۔''

سید صباح الدین عبدالرحمٰن اپنی تالیف ''بزم صوفیہ'' میں رقم طراز ہیں۔

''تعلقات زنا شوئی سے پاک رہے۔''

مولانا عبدالماجد دریا آبادی اپنی کتاب ''تصوف اسلام'' میں لکھتے ہیں کہ ''قید ازدواج سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمیشہ آزاد ہی رہے البتہ ایک مقام پر آپ بیتی یوں بیان کرتے ہیں کہ جیسے غائبانہ کسی سے تعلقات محبت قائم ہوگئے تھے اور یہ ایک سال تک اس زخم لطیف کے بسمل بنے رہے' پھر آخر اس سے نجات مل گئی۔''

پروفیسر نکلسن انگریزی ترجمہ کشف المحجوب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں ''ازدواجی زندگی کے متعلق ان کا تجربہ بہت مختصر اور ناخوشگوار تھا۔''

حضرت داتا گنج بخش اپنی تالیف کشف المحجوب میں لکھتے ہیں ''میں ایک سال تک اس آفت میں غرق رہا' چنانچہ قریب تھا کہ میرا دین تباہ ہوجاتا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی محبت اور لطف و کمال بخش سے مجھے نجات عطا کی۔'' ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے بعد دوسری بیوی کا بھی ایک سال بعد انتقال ہوگیا۔ ان تمام باتوں سے یہ نتیجہ نکالا جاسکتا ہے کہ بچپن ہی میں آپ کا نکاح ہوگیا تھا اور پہلی بیوی کے انتقال کے گیارہ سال تک دوسرا نکاح نہیں کیا تھا۔ پہلی شادی آپ کی والدین کی موجودگی میں ہوئی۔ اور دوسری شادی بھی والدین کے اصرار پر ہوئی ہوگی کیوں کہ دوسری بیوی کے انتقال کے بعد آپ نے زندگی بھر نکاح نہیں کیا۔

سلسلہ بیعت اور مرشد طریقت

بیعت عربی زبان کا لفظ ہے اور بارع سے نکلا ہے اس کے معنی دونوں ہاتھوں کے درمیان فاصلہ کے ہیں۔ ابن خلدون کا کہنا ہے کہ جب مسلمان اپنی پسند اور مرضی سے کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں تاکہ عہد کی پختگی ظاہر ہو تو چونکہ یہ فعل بائع اور مشتری کے مشابہ ہے اس لئے اسے "بیعت" کہا جاتا ہے۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش کا تعلق سلسلہ جنیدیہ سے ہے۔ حضرت جنید بغدادی طریقت کے شیخ المشائخ اور شریعت کے امام الائمہ ہیں۔ آپ کا یہ سلسلہ حضرت جنید بغدادی کی طرف منسوب ہے۔ مسلک جنیدیہ تمام مسالک میں معروف ہے۔ اس لئے بہت سے صوفیا روحانیت میں اس سلسلہ طریقت سے مستفید ہوئے ہیں۔

حضرت علی ہجویری جب ظاہری اور دینی علوم مکمل کر چکے تو ان کے دل میں تزکیہ نفس کے لئے راہ طریقت پر گامزن ہونے کا شوق پیدا ہوا۔ آپ کے زمانہ میں ابو الفضل محمد بن حسن ختلی کو شیخ کامل اور ولایت کا بلند درجہ حاصل تھا۔ علوم ظاہری اور باطنی میں ان کا کوئی ہم پلہ نہیں تھا وہ یگانہ روزگار تھے اور سلسلہ جنیدیہ کے شیوخ میں سے انہیں ولی کامل کا درجہ حاصل تھا۔ اپنے ہم عصر بزرگوں میں انہیں بلند مقام حاصل تھا۔

حضرت داتا گنج بخش جس زمانے میں سیر و سیاحت میں مشغول تھے۔ تو ایک دفعہ سفر شام میں جب وہ ملک شام پہنچے تو وہاں آپ کی ملاقات حضرت ابو الفضل محمد بن حسن ختلی سے ہوئی۔ آپ ان کی عالمانہ اور عارفانہ گفتگو سے اتنے متاثر ہوئے کہ ان کے دست مبارک پر بیعت کرلی۔ دوسری طرف حضرت ابو الفضل محمد حسن ختلی نے بھی آپ کی پیشانی پر ولایت کا نور نظر باطن سے دیکھ لیا۔ اس طرح آپ راہ سلوک کی طلب میں سلسلہ جنیدیہ سے منسلک ہوگئے۔

روحانی فیوض اور برکات آپ نے اپنے مرشد سے حاصل کئے۔ اور اپنی کتاب کشف المحجوب میں مختلف مقامات پر اس کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں

"متبدی کے لئے مناسب یہی ہے کہ سماع کے پاس نہ پھٹکے بلکہ الگ رہے۔ یہ راستہ بہت کٹھن اور محال ہے۔ اس میں خرابی کا اندیشہ ہے گوشہ گیری اختیار کرے' محبت مرشد خدا سے طلب کرے اور اس کے سامنے مجنوں کی طرح رہے۔ اور ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے مرشد کے ہمراہ آزربائیجان کے علاقے سے گزر رہا تھا میں نے دیکھا کہ دو تین گدڑی پوش ایک گندم کے کھلیان پر اپنے خرقے کے دامن پھیلائے کھڑے ہیں تاکہ کاشت کار اس میں گندم ڈال دے مرشد کی نگاہ ان پر پڑی تو پکار اٹھے یہ وہی لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی تو ان کا سودا کچھ نفع نہ لایا اور وہ سودے کی راہ جانتے ہی نہ تھے۔ میں نے کہا حضور یہ لوگ کیوں اس مصیبت میں گرفتار ہوئے اور مخلوق کے لئے باعث ذلت بنے؟ آپ نے فرمایا ان کے پیروں کو مرید بڑھانے کا حرص ہے اور انہیں متاع دنیا جمع کرنے کی لالچ۔ اور حرص کوئی بھی ہو دوسری حرص سے بہتر نہیں اور بے حقیقت دعوی پروری نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

تربیت اساتذہ

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش نے یوں تو بہت سے اساتذہ کرام سے کسب فیض کیا لیکن جن سے ان کو روحانی اور دلی تعلق رہا اور جن کے فضائل کا ذکر اپنی مشہور تالیف "کشف المحجوب" میں کیا ہے مندرجہ ذیل ہیں جن کے فضائل و برکات کا ہم مختصراً" ذکر کریں گے۔

(1) شیخ ابو الفضلؒ ختلی ---- آپ (حضرت سید علی الحجویری کے شیخ طریقت تھے) آپ کا شمار جلیل القدر صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ قرآن اور حدیث کے زبردست عالم تھے۔ زہد و تقوی میں کوئی ان کے پایہ کا نہیں تھا۔ سلسلہ جنیدیہ کے بزرگ تھے' ساٹھ برس تک مسلسل لوگوں سے الگ تھلگ پہاڑوں پر یاد خدا میں وقت گزارتے

رہے۔ آپ ختلان کے رہنے والے تھے اس لئے آپ کو ختلی کہا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ ملک شام کے شہر دمشق کی ایک وادی "بیت الجن" میں گزارا۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ میں نے آپ سے زیادہ بارعب صاحب جلال اور دبدبے والا انسان نہیں دیکھا۔ آپ بہت کم کھاتے اور اپنے عقیدت مندوں کو بھی اس کی تلقین فرماتے۔ آپ صوفیوں کے ظاہری لباس اور روایات کے پابند نہیں تھے۔ بہت معمولی لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ ایک بار ایک جامہ پہنا وہی جامہ برسوں آپ کے بدن پر رہا، دھو کر پھر وہی پہن لیتے پھٹ جاتا تو پیوند لگا لیتے، یہاں تک کہ اصل کپڑے کا نشان بھی باقی نہ رہتا۔

مرشد کی کرامات

آپ اپنی تصنیف "کشف المحجوب" میں رقم طراز ہیں "کہ ایک مرتبہ میں آپ کو وضو کرا رہا تھا معاً" میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ جب تمام امور تقدیر اور قسمت سے وابستہ ہوتے ہیں تو پھر آزاد لوگوں کو پیروں اور فقیروں کا غلام کس لئے بنایا جاتا ہے۔ کیا کرامات کی امید پر، میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کچھ کہنے نہیں پایا تھا کہ پیر نے اپنے کشف سے جان لیا، فرمانے لگے بیٹا جو بات تیرے دل میں پیدا ہوئی ہے مجھے معلوم ہو گئی ہے۔ جب اللہ تعالی کسی کو تاج و تخت دینا چاہتا ہے تو اس کو توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور وہ ایک مہربان دوست کی خدمت کرنے لگتا ہے۔ اسی خدمت کے نتیجے میں اس کی کرامت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت علی ہجویری ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے پیر و مرشد کے ساتھ بیت الجن سے دمشق کا سفر کر رہا تھا، راستے میں بارش ہو گئی، جس کی وجہ سے بے انتہا کیچڑ ہو گیا ہم بہت مشکل سے چل رہے تھے کہ اچانک میری نظر مرشد پر پڑی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان کا لباس بھی خشک ہے اور پاؤں پر بھی کہیں کیچڑ کا نشان نہیں۔

مجھے بڑی حیرت ہوئی دریافت کیا تو فرمایا ہاں جب سے میں نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ہر قسم کے وہم اور شبہ کو دور کردیا ہے اور دل کو حرص و لالچ کی دیوانگی سے محفوظ کرلیا ہے، تب سے اللہ تعالیٰ نے میرے پاؤں کو کیچڑ سے محفوظ کر رکھا ہے۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میرے پیرو مرشد ابوالفضل ختلی کی وفات ہوئی، ان کا سر مبارک میری گود میں تھا۔ اور میں سخت مضطرب اور پریشان تھا۔ آپ نے میری حالت کو دیکھا تو فرمایا کہ میں تمہیں عقیدے کا ایک مسئلہ بتاتا ہوں۔ اگر تم اس کو سمجھ گئے اور اس پر عمل کیا تو ہر قسم کے دکھ اور رنج اور تکلیف سے بچ جاؤ گے۔ آپ نے فرمایا یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت اور مصلحت پوشیدہ ہوتی ہے۔ وہ حالات کو ان کے نیک و بد کا لحاظ کرکے پیدا کرتا ہے، اس لئے اے بیٹا اس کے کسی فعل پر انگشت نمائی نہ کر اور نہ ہی دل میں اس پر معترض ہو۔ اس کے بعد آپ خاموش ہوگئے اور اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی، آپ کا وصال وادی بیت الجن میں ہوا اور وہیں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔

2. شیخ ابو العباس اشقانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابو العباس اشقانی سے حضرت علی ہجویری کو بے انتہا عقیدت و محبت تھی۔ جناب شیخ اصول علم کے امام اور برگزیدہ صوفی بزرگ تھے۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر شریعت کی تعظیم کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔ حضرت ابو العباس صاحب تحریر بھی تھے، ان کا محبوب موضوع فنا تھا۔ انداز تحریر بہت مشکل تھا جس کی وجہ سے کوئی ان کی بات کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ ان کا ارشاد ہے کہ ہر شخص کا ایک مقام ہوتا ہے جس کو وہ چاہتا ہے، عطا کرتا ہے۔ میرا بھی ایک مقام ہے، وہ یہ کہ میں ایک ایسی ہستی کا طالب ہوں جس کا کوئی وجود نہ ہو کیونکہ یہ جس قدر مقامات و کرامات ہیں یہ سب حجابات ہیں اور آدمی اپنی نادانی سے اپنے حجاب کا خود ہی عاشق بن

گیا ہے۔ دیدار میں نیتی حجاب کے آرام سے کہیں بہتر ہے۔ شیخ ابو العباس اشقانی فرماتے کہ ایک دن جب میں گھر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا لیٹا ہے میں سمجھا کہ یہ محلہ سے آیا ہے۔ اسے نکالنے کا ارادہ کیا تو وہ میرے دامن کے نیچے آکر غائب ہوگیا۔ (نفحات الانس)

3. شیخ ابو القاسم بن علی بن عبد اللہ گرگانی

حضرت ابو القاسم گرگانی اپنے وقت کے بے مثل اور یگانہ بزرگ تھے۔ آپ نے طریقت کی خاطر بڑے دشوار گزار اور کٹھن سفر اختیار کئے۔ آپ کو اپنے مریدوں کے واقعات کے کشف میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ آپ لسان الوقت کی حیثیت رکھتے تھے۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت ابو القاسم گرگانی کی خدمت اقدس میں اپنا حال اور واردات بیان کررہا تھا کہ آپ صاحب علم و فضل اور ناقد وقت ہیں' میرے حال پہ نظر فرمائیں گے۔ آپ بڑی رغبت اور شوق سے میری باتیں سن رہے تھے۔ میں جوانی کے جوش و خروش اور بچگانہ شوخی میں بڑھا چڑھا کر باتیں کررہا تھا۔ میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شیخ کو ابتداء میں ان حالات و واردات کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ جب ہی وہ اس قدر توجہ سے میری باتیں سن رہے ہیں۔ آپ میری سوچ سے واقف ہوگئے' فرمانے لگے خوب جان لو کہ میرا یہ احترام توجہ تیری ذات یا تیرے احوال کے لئے نہیں ہے۔ احوال کے بدلنے کے لئے ہے اور حق کے تمام چاہنے والوں کے لئے یہ عام بات ہے۔ میں تو احوال کے خالق اور اس کے احترام و جلال کی خاطر ایسا کررہا ہوں۔ اس میں تمہاری کوئی خصوصیت نہیں اور جب مجھ پر اس حقیقت کا انکشاف ہوا تو میں بہت حیران ہوا۔

4. ابو سعید فضل اللہ بن محمد مہینی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے زمانے کے صاحب جمال بادشاہ تھے۔ لوگوں کو آپ سے بہت محبت اور عقیدت تھی۔ آپ نے طریقت کو سمجھنے کے لئے حضرت ابو علی زاہد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ آپ نے طریقت کے لئے بہت ریاضت کی آپ کا قائدہ تھا کہ تین دن سبق لیتے اور تین دن خدا کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کی عبادت و ریاضت کو بارگاہ رب العزت میں شرف یابی ہوئی اور آپ کو ایک بلند مرتبہ پر فائز کردیا گیا۔ آپ طریقت کے صاحب جمال بادشاہ تھے۔ آپ کی زندگی اگرچہ شاہانہ کروفر اور عیش و عشرت سے گزری تاہم غرور و تکبر کبھی آپ کے دل میں پیدا نہیں ہوا۔ شیخ ابو مسلم فارسی کا کہنا ہے کہ ان کا شاہانہ لباس اور ظاہری ٹھاٹ باٹھ دیکھ کر میرے دل میں آپ سے نفرت پیدا ہوئی ایک دن میں ان سے ملنے گیا تو دیکھا کہ وہ نہایت بیش قیمت لباس پہنے تخت شاہی پر دراز ہیں' مصری دیبا کی بہت قیمتی چادر اوڑھے ہوئے ہیں' میں نے دل میں سوچا کہ بھلا اس شاہانہ ٹھاٹھ کو فقر و غنا اور تصوف سے کیا نسبت؟ اس سے پہلے کہ میں ان سے کچھ کہتا فرمایا تم نے یہ باتیں کس دیوان میں لکھی پائیں! میں ان کی یہ بات سن کر سخت شرمندہ ہوا۔ پھر فرمایا سنو تصوف تو اللہ سے دل لگانے کا نام ہے' میں یہ بات سن کر شیخ کی عظمت اور بزرگی کا قائل ہوگیا اور ان کے ظاہری لباس کو دیکھ کر جو شک و شبہ اور نفرت کے جذبات میرے دل میں پیدا ہوئے تھے وہ ہمیشہ کے لئے رفع ہوگئے۔

5. شیخ ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری

آپ اپنے وقت کے رفیع القدر اور نادر الوجود بزرگوں میں سے تھے۔ آپ نے ہر فن میں نہایت اعلی اور محققانہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ آپ علم تصوف میں اعلی مقام اور بلند درجے پر فائز تھے۔ علم شریعت اور علم تصوف پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ اللہ تعالی نے انہیں دینی اور روحانی نعمتوں سے پوری طرح فیض یاب کیا تھا۔ آپ

صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ کو حضرت علی ہجویری کا استاد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ آپ کو تصوف کے بہت سے ارشادات آپ کی صحبت کی بدولت حاصل ہوئے۔ لوگ آپ کے علم و فضل کی وجہ سے عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے استاد ابوالقاسم قیسری سے ان کے ابتدائی حالات کے بارے میں جاننا چاہا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک بار مجھے مکان کی کھڑکی کے لئے پتھر کی ضرورت تھی۔ میں جس پتھر کو پکڑتا جواہر بن جاتا میں اس کو پھینک دیتا' یعنی ان کی نظر میں جواہر اور پتھر میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جواہر کی حیثیت بھی عام پتھر کی سی تھی۔ یہ ان کے استغناء اور درویشی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ حضرت علی ہجویری نے فرمایا کہ ایک اور موقعہ پر میں نے سنا آپ نے فرمایا صوفی کی مثال مرض سرسام کی طرح کی ہے' جس کی ابتداء ہذیان سے ہوتی ہے یعنی مریض کے منہ میں جو آتا ہے بولے چلے جاتا ہے' جیسے پاگل اور دیوانہ اور آخر میں بہت خاموشی ہے' سکوت ہے' یعنی جب انسان درجہ تمکین کو حاصل کرلیتا ہے تو گونگا ہوجاتا ہے' بولنا ترک کردیتا ہے' اس طرح تصوف کی دو صورتیں ہیں۔ ایک وجد اور دوسری نمود کی۔ نمود مبتدی حضرات کے لئے ہے' اور وجد منتہی حضرات کے لئے۔ وجد کی حالت میں عبادت محال ہوتی ہے۔ جب تک وہ طالب حق ہوتے ہیں' اپنی بلند مقصدی کے سبب ناطق ہوتے ہیں اور پھر جب وہ اپنی انتہا تک پہنچ جاتے ہیں تو ان تمام باتوں سے چھٹکارا چاہتے ہیں یہاں تک کہ ان میں بولنے بیان کرنے یہاں تک کہ اشارہ کرنے کی ہمت بھی نہیں ہوتی' اور یہ مقام اور منزل نہایت بلند' اعلیٰ و ارفع ہے۔

6. حضرت ابو احمد مظفر

آپ حضرت ابو احمد مظفر صوفیائے عظام کے ناصح کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ رئیس الاولیاء تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ریاست کی مسند پر ہی آپ پر بزرگی کا راز کھولا۔ اور

آپ پر اپنی معرفت کی راہوں کو کشادہ کیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دوسروں نے جو چیز جنگلوں اور صحراؤں کی خاک چھان کر حاصل کی۔ مجھے وہی چیزیں خداوند تعالیٰ نے مسند و بالا نشینی میں ہی عطا فرما دی۔

حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ ایک روز سخت گرمی میں میں گرد آلود کپڑے پہنے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا ابو الحسن کہو کیا ارادہ ہے۔ میں نے عرض کی حضور سماع کی خواہش ہے' آپ نے اسی وقت قوال بلوائے اور سماع کا انتظام کردیا۔ سماع پر حال کھیلنے والوں کی ایک جماعت بھی آگئی۔ یہ میرے لڑکپن کا زمانہ تھا' آتش جوانی' سوز و درد اور ارادت نے مجھے سماع کے پہلے ہی کلمات میں بے قرار و مضطرب کردیا۔ جب تھوڑی دیر کے وقفہ کے بعد میرے دل کو قرار آیا تو فرمایا کہو ابو الحسن تم پر کیا گزری۔ میں نے کہا حضور میں بہت لطف اندوز ہوا ہوں۔ فرمایا سنو ابو الحسن! ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ تمہارے لئے سماع اور کوے کی کائیں کائیں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اس لئے کہ سماع میں قوت اس وقت تک ہے جب تک کہ مشاہدہ حاصل نہیں ہوتا اور جب مشاہدہ حاصل ہوجاتا ہے تو سماع کی خواہش مٹ جاتی ہے۔ دیکھو ابو الحسن تم سماع کو اپنی عادت نہ بنالینا۔ ورنہ یہ طبیعت کا جزو بن جائے گی اور عمیق مشاہدے سے محروم کردے گی اور تم یہیں پر رہ جاؤ گے۔

حضرت باب فرغانی

آپ کا اصل نام عمر تھا اور فرغانہ کے رہنے والے تھے۔ فرغانہ کے لوگ چونکہ بزرگ کو باب کہتے ہیں اس لئے آپ کا نام باب فرغانی مشہور ہوگیا۔ آپ بڑے صاحب کشف و کرامات بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت علی ہجویری نے فرغانہ جاکر آپ سے استفادہ کیا اور آپ کے ارشادات و فرمودات اور شفقتوں سے فیض یاب ہوئے۔ آپ اوتاد الارض تھے۔ آپ پر خدا تعالیٰ کی خاص رحمت تھی۔ حضرت علی ہجویری

کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ شیخ باب کے پاس ایک بڑھیا رہتی تھی جس کا نام فاطمہ تھا۔ میں ابتدائے حال میں تھا تو میں نے باب فرغانہ کی خدمت میں جانے کا ارادہ کیا۔ فرغانہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ کیوں آئے ہو میں نے کہا اس لئے کہ آپ کی زیارت کروں اور آپ اپنی نظر کرم مجھ پر کریں۔ انہوں نے فرمایا اے فرزند میں خود تم کو فلاں دن سے دیکھ رہا ہوں میں نے جب دنوں کا حساب لگایا تو شیخ نے جو دن بتایا تھا وہ میری توبہ کا پہلا دن تھا۔ پھر انہوں نے فرمایا اے فرزند! مسافت طے کرنا بچوں کا کام ہے' اب تو ہمت سے زیارت کرو اور صورتوں کی زیارت کرنا کوئی اچھی بات نہیں' پھر فاطمہ کو بلایا اور کہا جو کھانے کو ہے لے آؤ۔ تاکہ اس درویش کو کھلائیں۔ فاطمہ گئیں اور تازہ انگوروں سے بھرا تشت لے کر آئیں' حالانکہ یہ انگوروں کا موسم نہیں تھا' ان انگوروں پر تازہ کھجوریں رکھی ہوئی تھیں اور فرغانہ میں تازہ کھجوروں کا ہونا ممکن نہیں تھا یہ سب شیخ کی کرامت کا نتیجہ تھا۔

سیر و سیاحت

سیر و سیاحت بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی زندگیوں کا جزو لاینفک ہے۔ ان بزرگان سلف کی سیر و سیاحت کا مطلب دنیاوی سوداگری یا حصول رزق نہیں تھا وہ تو تلاش حق کے جویا تھے انہوں نے اس کی تلاش میں دور دراز کے سفر اختیار کئے۔ قدم قدم پر رحمت الٰہی کی جلوہ سامانیوں کا نظارا کیا۔ کئی مقامات ایسے مشاہدے میں آئے جن کو دیکھ کر عبرت حاصل ہوئی۔ اس سفر میں بہت سے ایسے بزرگان سلف سے بھی ملاقات ہوئی' جن سے علم کی معرفت و سلوک کی بہت سی رائیں روشن ہو گئیں۔ مرید اپنے پیر و مرشد کے ساتھ اپنے دین علم کی تکمیل کے لئے نکلا کرتے تھے' تاکہ خلق کو صراط مستقیم کے راستے پر گامزن کر سکیں۔

حضرت علی ہجویری نے بھی اپنے عالم شباب کا زمانہ بلاد اسلامیہ کی سیر و سیاحت

میں گزارا۔ اور اپنے پیر و مرشد کے ساتھ سفر کی صعوبتوں، مصائب اور تکالیف کو برداشت کیا۔ ریاضت شاقہ، مجاہدات اور سلوک و معرفت کی راہیں طے کرنے میں جن مصائب سے دو چار ہوئے اس کا ذکر ان کی تصنیف کشف المحجوب میں ملتا ہے۔ جن صبر آزما حالات و احوال اور جن مقامات و حوادث سے آپ کو گزرنا پڑا اس سے آپ کی شخصیت کی مضبوطی اور استقامت کا اندازہ ہوتا ہے۔

رخت سفر

حضرت داتا گنج بخش کے نزدیک مسافر کے پاس سامان اتنا ہونا چاہئے جو اس کی ضرورتوں کو پورا کرے مثلاً" مصلیٰ، عصا، لوٹا، خرقہ، جوتا یا چپل وغیرہ تاکہ خرقہ اس کے جسم کو ڈھانپنے کے کام آئے، مصلیٰ نماز کے لئے، عصا خطرناک چیزوں کو اپنے سے دور ہٹانے کے لئے، لوٹا سے وضو اور پاکیزگی حاصل کرے، کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرے اور راہ کی تمام مشکلات اللہ کے لئے برداشت کرے اور صبر و ضبط کا مظاہرہ کرئے۔

سیر و سیاحت کے مقامات

حضرت علی ہجویری کے زمانے میں سفری سہولیات اگرچہ نہ ہونے کے برابر تھیں، اس کے باوجود آپ نے اپنے پیر و مرشد کے ہمراہ اور اکیلے بھی بہت سے ممالک کی سیاحت کی۔ ان شہروں میں خراسان، نیشا پور، سمرقند، آزربائیجان، طوس، سرخس، بسطام، نسامرو، ماورا النہر، فرغانہ، قہستان، خوزستان، طبرستان، بخارا، اہواز، کرمان، فارس، دمشق، جبل لکام، بغداد، وادی بیت الجن، بصرہ، کوفہ، ترکستان، مینہ، رملا، شمالی ہند، دوران سفر ان علاقوں میں آپ کی بہت سے علماء، مشائخ، فضلاء اور اولیاء اللہ سے ملاقاتیں ہوئیں اور آپ نے ان سے کسب فیض کیا۔ اب ان شہروں کا اجمالی خاکہ پیش

کرتے ہوئے ان بزرگان دین کا بھی ذکر ہو گا جن سے آپ کو ملنے کا شرف حاصل ہوا۔

خراسان

حضرت داتا گنج بخش کے زمانے میں خراسان ایران کا ایک بہت بڑا صوبہ تھا۔ اس کا کچھ حصہ روس کی ریاست ترکمانستان میں ہے اور کچھ افغانستان میں تاہم اس کا زیادہ حصہ ایران میں ہے' خراسان کا جو علاقہ ایران میں واقعہ ہے اس میں طوس' نیشاپور اور بسطام کے علاقے آباد ہیں۔ آپ کے زمانے میں نیشا پور خراسان کا دارالحکومت تھا۔ کشف المحجوب میں آپ اپنے سفر خراسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں عثمان بن جلابی کے بیٹے علی نے خراسان کے ایک گاؤں میں جس کو کمند کہتے ہیں ایک آدمی کو دیکھا۔ جس کو ادیب کمندی کہتے تھے۔ یہ بزرگ شخص بیس سال تک ایک پاؤں کے بل کھڑا رہا۔ اور سوائے نماز کے کبھی نہیں بیٹھتا تھا' لوگوں نے کھڑا رہنے کا سبب پوچھا جواب دیا مجھے ابھی تک یہ درجہ حاصل نہیں ہوا کہ خدا کے مشاہدے میں بیٹھنے کی عزت حاصل کرسکوں۔"

صوفیا نے خراسان کے بارے میں سید علی ہجویری نے لکھا ہے کہ اہل خراسان بزرگوں کی محبت سے مالا مال ہے۔ میں کم از کم تین سو ایسے بزرگوں سے ملا جو اپنے وقت کے ایسے عالم فاضل اور صاحب مشرف بزرگ تھے کہ ان میں سے ایک تنہا بھی سارے عالم کے لئے کافی تھا۔ خواجہ محمود نیشا پوری نہایت فصیح زبان تھے۔ اپنے وقت کے امام کا درجہ انہیں حاصل تھا۔ خواجہ احمد حماد ایک مدت تک میرے رفیق رہے' جواں مرد صوفی تھے ان کی بہت سی کرامات کو میں نے دیکھا۔ شیخ محمد معشوق نیک فطرت اور محبت کے نور سے روشن فارغ البال اور خوش وقت تھے۔

نیشا پور

کشف المحجوب میں اگرچہ نیشا پور کا ذکر تفصیل سے نہیں کیا گیا تاہم حضرت علی ہجویری کے استاد شیخ ابو القاسم قشیری کا تعلق نیشا پور سے تھا۔ شیخ ابو سعید ابو الخیر سے بھی آپ کی ملاقات ہوئی تھی۔ گویا آپ کی سیاحت میں نیشا پور بھی شامل تھا۔ تاہم اس زمانے میں نیشا پور میں مذہبی تعصب کا زہر پھیلا ہوا تھا۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ شاہ شجاع کرمانی جو ایک بہت بڑے بزرگ تھے میں مدتوں ان کے ساتھ رہا۔ ایک دفعہ ان کے ہمراہ نیشا پور کا سفر اختیار کیا' اور وہاں ہماری ملاقات حضرت ابو حفص سے ہوئی۔ حضرت شجاع نے اس وقت قبا پہنی ہوئی تھی۔ حضرت ابو حفص ہمیں دیکھتے ہی تعظیم کی خاطر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے' آج میں نے قبا میں وہ سب کچھ پا لیا جس کو میں مدتوں عبا میں تلاش کرتا رہا۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ سیر و سیاحت اور سفر کی صوبتیں اٹھانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے تین بزرگوں کے وسیلے سے مجھے حق و معرفت اور سلوک کی منازل طے کرادیں۔ مجھے غیرت کا مقام شاہ شجاع کرمانی سے' رجا کا مقام حضرت یحیٰی معاذ کی محبت سے اور شفقت کا مقام حضرت ابو حفص کی صحبت سے حاصل ہوا۔

آذربائیجان

یہ ایران کے شمال اور ترکی کے مشرق میں واقع ہے۔ یہ روس کی ایک آزاد شدہ مسلم ریاست ہے۔ آذربائیجان کے مشرق رو یہ بحیرہ کیسپین ہے جو دنیا کی سب سے بڑی جھیل شمار کی جاتی ہے۔ حضرت علی ہجویری نے اس علاقے کی بھی سیاحت کی۔ آذربائیجان کا صدر مقام اردبیل ہے' مقدسی کے مطابق "شہر میں ہر وقت فوج رہتی ہے باشندے بخیل اور بار خاطر ہیں۔ علماء کا فقدان ہے واعظ فقہ سے ناآشنا ہیں اور لوگ مذہبی تعصب میں گرفتار ہیں۔ شیعہ نہیں پائے جاتے' علم الکلام سے کسی کو بھی

کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ تصوف کی طرف میلان زیادہ ہے۔ اردبیل میں ایک خانقاہ بھی ہے۔ حضرت علی ہجویری نے آذربائیجان کی پہاڑیوں میں ایک درویش کا آنکھوں دیکھا حال قلم بند کیا ہے کہ وہ درویش اشعار پڑھتا اور گریہ و زاری کرتا جارہا تھا آخر ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور وہیں جان دے دی۔

طوس

حضرت علی ہجویری لکھتے ہیں کہ ایک معاملے کے حل کے لئے میں شیخ ابوالقاسم گورگانی کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے طوس پہنچا۔ وہ اس وقت اپنے مکان کے ساتھ والی مسجد میں بالکل تنہا کھڑے ایک ستون سے ہم کلام تھے۔ میں نے عرض کی اے شیخ آپ یہ بات کس کو سنا رہے ہیں۔ فرمایا اے بیٹا! ابھی ابھی اللہ تعالی نے اس ستون سے گفتگو کی مجھے قوت عطا فرما دی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے سوال کیا اور میں اس کا جواب دے رہا تھا۔ کسی زمانے میں اس شہر کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ طوس کے سارے باشندے امام شافعی کے مقلد ہیں ان کے پیروکار ہیں اور ان کی فقہ پر عمل کیا جاتا ہے۔

سرخس

مشہور سیاح ابو عبد اللہ محمد المقدسی نے اپنے سفر نامہ جس کا نام ''احسن التقاسیم فی معرفتہ الاقالیم'' ہے حضرت علی ہجویری کی سیاحت ان تمام علاقوں کا جہاں وہ گئے اپنے سفرنامے میں ذکر کیا ہے۔ یہ سیاح مقدسی کے نام سے معروف ہیں۔ وہ سرخس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ سرخس میں حنفیوں کے فرقہ عروسیہ اور شافعیوں کے فرقہ اہلیہ کے درمیان سخت عداوت پائی جاتی تھی۔ حضرت علی ہجویری بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے احمد سرخسی جو کہ ماوارالنہر میں میرے دوست تھے پوچھا کہ

وہ کون سا واقعہ ہے جس نے تمہیں توبہ کی طرف مائل کیا۔ انہوں نے بتایا کہ میں سرخس کے جنگل میں مقیم تھا۔ میرا اونٹ بھی میرے ساتھ تھا۔ میرا یہ طریقہ تھا کہ میں اکثر اپنی روٹی حاجت مندوں کو دے دیا کرتا تھا اور خود فاقہ سے رہتا۔ اس دوران ایک دفعہ ایک شیر آیا' اس نے میرے اونٹ کو مار ڈالا اور کھایا نہیں بلکہ اونچی جگہ جاکر بیٹھ گیا اور زور زور سے دھاڑنے لگا۔ اس کے دھاڑنے کی آواز سن کر جنگل کے درندے اونٹ کے پاس جمع ہوگئے اور اسے چیر پھاڑ کر کھا گئے۔ جب وہ چلے گئے تو شیر نیچے اترا۔ ابھی وہ شکار کے قریب پہنچا نہیں تھا کہ سامنے سے ایک لنگڑی لومڑی نمودار ہوئی۔ اس کو دیکھ کر شیر پھر واپس چلا گیا' تاکہ لومڑی بے خوف ہوکر کھاسکے۔ لومڑی کے جانے کے بعد شیر اونٹ کے پاس آیا اور تھوڑا سا گوشت کھا کر چل دیا۔ جب وہ میرے قریب سے گزرا تو مجھے مخاطب کرکے رقت آمیز لہجے میں کہنے لگا کہ اے احمد! پیٹ بھرنے والی اشیاء کا ایثار کردینا تو درندوں اور چوپایوں کا طریقہ ہے انسان کی ہمت عالی کا تقاضہ تو یہ ہے کہ وہ اس سے بلند چیز یعنی اپنی جان بھائیوں کی بہبودی کے لئے قربان کردے۔ یہ دیکھ کر میں نے دنیا داری کے علائق چھوڑ کر بندگان خدا کی خدمت اور عبادت الٰہی کے لئے خود کو وقف کردیا اور یہی واقعہ میری توبہ کا باعث بنا۔

نساو مرو

مقدسی اپنے سفرنامہ مین لکھتے ہیں کہ نسا درختوں میں چھپا ہوا ایک صاف ستھرا خوب صورت شہر ہے۔ جامع مسجد خوش نما ہے۔ شہر مذہبی عیاروں کا اکھاڑا ہے۔ مذہبی تعصب نے اجتماعی عافیت برباد کردی ہے۔ حد تو یہ ہے کہ نسا کے علماء نے قرآن تک تحریف میں اضافہ کردیا ہے۔ شہر کے وسط میں جامع مسجد ہے۔ شہر میں بیدار اور باشعور اکابر موجود ہیں۔ ہر رات وعظ اور مباحثے ہوتے ہیں۔ واعظ فقہ کا علم رکھتے ہیں اور امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں۔ مدارس میں طلباء کو وظیفے دیئے جاتے ہیں۔ لوگوں میں

فیاضی اور مروت کی کمی ہے۔ وسائل روزی تنگ ہیں' باشندے فتنہ پرور اور شاطر ہیں فسادات کی وجہ سے شہر کی آبادی کم ہوگئی ہے اور اکثر مکان اجڑ گئے ہیں۔ شہر میں بدکاریاں پھیلی ہیں اور برابر جھگڑے اور فتنے اٹھتے رہتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری نے فرمایا کہ مرو اور نسا کا علاقہ حضرت ابو العباس سیاری کے ملک سے کبھی خالی نہیں رہا۔ وہاں میں نے ان کے مکتوب دیکھے۔ جو بہت دلچسپ تھے۔ اور ان کا موضوع جمع و تفرقہ تھا۔ حضرت علی ہجویری نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں مرو میں تھا کہ ایک مشہور عالم نے مجھ سے کہا کہ میں نے سماع کے مباح ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے۔ میں نے کہا یہ تو دین میں بڑی خرابی کا باعث بن جائے گی۔ آپ جیسا محدث لہو و لعب والے عمل کو جو تمام برائیوں کی جڑ ہے' جائز قرار دے دے' انہوں نے کہا کہ اگر جائز نہیں ہے تو تم کیوں سنتے ہو۔ میں نے کہا کہ اس کے جائز اور ناجائز ہونے کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر سماع کی تاثیر دل میں حلال جذبات و خیالات پیدا کرئے تو سماع جائز ہے۔ حلال ہے اور اگر حرام خواہشات ابھارے تو حرام ہے اور اگر مباح تاثر پیدا کرے تو مباح ہے۔ جو چیز ظاہری طور پر گناہ ہے' اس کی باطنی کیفیت کئی وجوہ سے ہو سکتی ہے۔ کسی ایک پہلو پر اس کا اطلاق اور قطعی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔

ماورالنہر

مقدسی لکھتے ہیں کہ ماورالنہر سمیہ وقت ایک صوبہ ہے۔ ہر ملک سے زیادہ شاداب ہے' کسی ملک میں نہ تو اتنے فقہا ہیں اور نہ علم کا ایسا چرچا ہے مذہبی زندگی صراط مستقیم پر ہے ادب اور حدیث سے لوگوں کو خاص شغف ہے۔ درس و تدریس کا سلسلہ دن رات جاری ہے۔ حضرت داتا گنج بخش نے ماورالنہر میں خواجہ عارف احمد ایلاقی' خواجہ علی بن اسحاق' ابو صغیر محمد بن حسین حرمی' ابو محمد باقری سے ملاقات کی آپ نے کشف المحجوب میں ایک مقام پر ماورالنہر کے بارے میں لکھا ہے کہ مجھے وہاں ایک

ملامتی کے ساتھ ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ کچھ دن کے بعد میں نے پوچھا کہ تمہاری اس شوریدہ سری کا کیا مطلب ہے' کہا خلقت کو دور کرنا میں نے کہا خلقت کی تو انتہا نہیں۔ تیری عمر اور زبان و مکان اتنا وسیع نہیں کہ تمام خلقت کو دور کر سکے۔ بہتر یہ ہے کہ اپنے آپ کو ان سے دور کر لے تاکہ اس جملہ تکلیف سے بچ سکے۔ کچھ لوگ خود خلقت کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ خلقت ان کی طرف مشغول ہے' تجھے کوئی نہیں دیکھتا تو اپنے آپ کو مت دیکھ۔ تیرے لئے ہر فتنہ تیری اپنی نظر کا نتیجہ ہے۔ تجھے دوسروں سے کیا سروکار۔ اگر کسی کو شفا پرہیزی کھانا کھانے سے ملتی ہو اور وہ کھانا طلب کرے تو یقیناً" آدمیت سے خارج ہے۔ کچھ لوگ طریقہ ملامت پر ازرہ ریاضت گامزن ہوتے ہیں اور ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھیں اور انہیں اپنی بے بسی کا احساس ہو۔ بے کسی اور بے بسی ان کے لئے باعث مسرت ہے۔ مزید ایک اور مقام پر فرماتے ہیں احمد حماد سرخسی آپ کے رفیق تھے ان سے دریافت کیا آپ نکاح کیوں نہیں کرتے؟ اس نے کہا ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔ فرمایا کیوں؟ کہا کہ میں آپ اپنے آپ سے غائب رہتا ہوں اور دونوں جہانوں سے مجھے کچھ یاد نہیں ہوتا اور جب میں حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس کو ایسے رکھتا ہوں کہ ایک روٹی کو ہزار حور سے بہتر سمجھتا ہوں۔ پس دل کے شغل سے بہتر کوئی شغل نہیں سمجھتا۔ ماورالنہر میں حضرت علی ہجویری نے اہل ملامت میں سے ایک بزرگ کو دیکھا جس کے باب میں لکھتے ہیں کہ وہ بزرگ کوئی چیز کھاتا پیتا نہیں تھا۔ جو عام طور پر لوگوں کو میسر ہیں۔ اس کی خوراک وہ چیزیں تھیں جو عام لوگ پھینک دیتے تھے۔ مثلاً" ساگ پات' کڑوا کدو' گلی سڑی گاجریں وغیرہ اس کا لباس ان چیتھڑوں پر مشتمل تھا جو وہ ادھر ادھر سے جمع کر کے پاک کر لیتا اور ان سے گدڑی سی لیتا اور پہنتا۔

فرغانہ

فرغانہ روسی ترکستان کا صوبہ تھا۔ اس کی آب و ہوا معتدل اور زمین سر سبز و شاداب اور زرخیز ہے۔ پھل اور غلہ بکثرت پیدا ہوتے ہیں۔ مغرب کی سمت کے علاوہ تینوں طرف پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے۔ اور ان پہاڑوں کے درمیان دریائے سیحون بہتا ہے۔ حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں فرغانہ کے ایک گاؤں میں جس کا نام سلاتک بیان کیا جاتا ہے۔ ایک بزرگ رہتے تھے۔ اس ملک کے تمام درویش ان کی عزت و توقیر کیا کرتے تھے۔ اور ان کو باب عمر کہہ کر پکارتے تھے۔ سلاستک میں میری ملاقات باب فرغانی سے ہوئی اور یہاں وہ واقعہ پیش آیا جس کا ذکر پہلے باب فرغانی کے باب میں ہو چکا ہے۔

خوزستان

خوزستان اسلامی مملکت تھی۔ اس میں نشتر' سوس' اہواز' وردق اور ہرمنر کے علاقے شامل تھے۔ آج کل یہ ایران میں خلیج فارس کا بالائی ایرانی علاقہ ہے۔ اس کے بالمقابل عراق کا مشہور شہر بصرہ واقعہ ہے۔ خوزستان کی معاشرتی اور مذہبی حالت کے بارے میں مقدسی اپنے سفرنامے میں لکھتا ہے کہ خوزستان عقائد کا اکھاڑہ ہے۔ واعظ قصہ گو ہیں اور مساجد میں اودھم مچائے رکھتے ہیں۔ خوزستان اعتزال کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ کسی ملک میں یہاں سے زیادہ معتزلی نہیں پائے جاتے۔ عسکر مکرم والے تو سو فی صد معتزلی ہیں۔ عسکر' مکرم اور نشتر والوں کے درمیان تعصب کے سبب لڑائیاں ہوتی ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ نشتر والوں نے ایک مرتبہ سوس سے حضرت دانیال کا تابوت منگوایا اور پھر واپس نہ کیا اس سے دونوں شہروں کے درمیان تعلقات خراب ہوگئے۔ عکسر مکرم کے علماء کو علم الکلام اور اعتزال سے شغف ہے۔ اس لئے عوام ان سے نفرت کرتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش خوزستان میں منصور حلاج کے حالات۔ سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے گئے تھے۔ اور انہوں نے وہاں بہت سی کتابوں

کو دیکھا جو منصور حلاج کی تصنیف کردہ تھیں۔

طبرستان

طبرستان کا زیادہ تر علاقہ ایران میں شامل ہے۔ اس کے علاوہ ترکی اور عراق کا کچھ علاقہ اس دور میں طبرستان میں شامل تھا۔ مقدسی' طبرستان کے بارے میں لکھتا ہے کہ آمل اس کا صدر مقام ہے' کچھ باشندے حنفی ہیں' باقی حنبلی اور شافعی پہاڑی علاقہ میں کرامتیہ فرقہ کی خانقاہیں ہیں۔ بعض حصوں میں شیعوں کا زور ہے۔ شیخ علی ہجویری فرماتے ہیں کہ ان علاقوں میں مندرجہ ذیل بزرگوں سے ملنے کا شرف حاصل ہوا۔ شیخ شفیق فرج جواخی' زنجانی کے نام سے معروف ہیں۔ شیخ ابو عبد اللہ جنیدی' خواجہ حسن سمنان' شیخ احمد' شیخ حریان' شیخ سہلکی۔

بخارا

مقدسی اپنے سفرنامہ میں بخارا کے بارے میں یوں رقم طراز ہے۔ "بخارا کی ساری مساجد خوش نما ہیں اور نمازیوں سے بھری رہتی ہیں۔ جہلا اور ان پڑھوں کی تعداد کم ہے۔ واعظ' فقہ اور تفسیر کا علم رکھتے ہیں۔ یہاں باہر کے بہت سے لوگ آگئے ہیں۔ جنہوں نے برائیاں پھیلانی شروع کردی ہیں۔ یہ لوگ بدمعاملہ ہیں اور نماز باجماعت کو غیر ضروری جانتے ہیں۔ درباری مقربین کا ایک گروہ ریشم و دیبا پہنتا ہے۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھاتا ہے اور مذہبی معاملات سے بے اعتنائی برتتا ہے۔
"

اہواز

مقدسی کے مطابق اہواز کے شہریوں میں نہ شرافت نسبی ہے نہ دین و ایمان

جامع مسجد میں عیاروں اور قلندروں کا ڈیرہ ہے۔

کرمان

حضرت داتا گنج بخش فرماتے ہیں کہ یہ میرے وقت کے ایک بزرگ تھے جن سے مجھے کرمان میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ کلیم بن خواجہ علی، شیخ مجتہد ابو العباس سرمقانی، شیخ محمد بن سلمی، کرمان بھی ایران کا ایک شہر ہے۔ جو ایران کے شرقی حصے میں واقع ہے۔ مقدسی نے کرمان اخلاقی، مذہبی اور معاشرتی حالت ذکر کچھ اس طرح کیا ہے۔ کرمان کی کھجور اتنی میٹھی ہوتی ہے کہ سادہ کھائی نہیں جاتی کرمان کا صدر مقام سیرجان ہے۔ علماء معتزلی خیالات کے ہیں، نرماسیر کھجور کی تجارت کا مرکز ہے۔ یہاں کی عورتیں بدچلن ہیں، ہر سال تقریباً" ایک لاکھ اونٹ کھجور اٹھائے کرمان آتے ہیں۔ تو زنا و فساد کا بازار گرم ہوجاتا ہے۔ جیرفت ضلع کے باشندے حنفی ہیں۔ باقی مملکت میں بحیثیت مجموعی امام شافعی کا مسلک غالب ہے۔ فقہ کے ماہر ہیں۔ اہل حدیث کا اثر بڑھتا جارہا ہے۔ یم میں خوارج ہنگامہ مچاتے ہیں۔ ان کی جامع مسجد الگ ہے۔

فارس

فارس ایران کا بڑا شہر ہے۔ حضرت علی ہجویری نے یہاں کی بھی سیاحت فرمائی۔ اور وہاں ان کی ملاقات ابو الحسن سالبہ، ابو الحسن علی بن مکران، ابو اسحاق بن شہریار، ابو مسلم مروی، شیخ ابو طالب، شیخ ابو اسحاق سے ہوئی اور ان سے تصوف کے بارے میں گفتگو بھی ہوئی۔ فارس کی ادبی معاشرتی اور مذہبی حالت کے بارے میں مقدسی نے لکھا ہے۔ فارس کی حکومت کا صدر مقام شیراز ہے۔ جو نو وجود شہر ہے عالم ادب و ظرافت سے خالی ہیں، ثقہ اور عادل لوگ قوم لوط سے ہیں۔ تاجر زانی ہیں۔ میں نے علماء کا لباس پہننے والوں کو شراب میں دھت دیکھا ہے۔ قبرستان اور مقبرے بدمعاشوں کے

اڈے ہیں، یہاں کی جامع مسجد بے نظیر ہے۔ جس میں حلقہ درس کے علاوہ صوفیاء کی محافل گرم رہتی ہیں۔ مجموعی طور پر فارس میں مستقلاً کئی مسلک و مذہب موجود ہیں۔ مثلاً" حنفی، شافعی، معتزلی، حنبلی، شیعی اور یہاں داؤدی ہر جگہ سے زیادہ ہیں۔ اور بڑے بارسوخ اور مقتدر ہیں۔ ان کی تعداد کافی ہے، ارجان اور ساحلی علاقوں میں شیعوں کی تعداد زیادہ ہے۔ معاشرہ واعظوں کی عزت نہیں کرتا۔

دمشق

دمشق شام کا صدر مقام ہے۔ حضرت علی ہجویری ملک شام میں اپنے سفر کا ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ میں ملک شام میں تھا کہ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار کے سرہانے سوگیا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں مکہ معظمہ حاضر ہوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باب شبیہ سے داخل ہو رہے ہیں اور ایک سن رسیدہ بوڑھے شخص کو گود میں لئے ہوئے ہیں۔ میں دوڑتا ہوا خدمت اقدس میں پہنچا۔ پائے مبارک کو بوسہ دیا اور دل میں قیاس کرنے لگا کہ یہ سن رسیدہ کون ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے دل کی کھٹک معلوم ہوگئی۔ ارشاد ہوا یہ شخص تیری قوم کا امام ہے، یعنی امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے دمشق کے بارے میں اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے کہ شام کے صدر مقام دمشق کے باشندے مفسد اور شوریدہ سر ہیں۔ اس شہر کی واحد خوبی اور اس کا قیمتی سرمایہ ولید بن عبدالملک کی تعمیر کردہ جامع مسجد ہے۔ شام پر مصر کے فاطمی خلفاء حکمران ہیں۔

بغداد

مقدسی اپنے سفرنامہ میں بغداد شہر کی سماجی حالت لوگوں کے مذہبی اعتقادات کے بارے میں لکھتے ہیں کہ عراق کا دارالخلافہ بغداد کسی زمانے میں بہت پررونق شہر تھا۔ لیکن جب سے عباسی خلفاء کمزور ہوئے ہیں اس کا زوال شروع ہوا۔ آبادی کم ہوگئی اور

شہر بھی اجڑ چکا ہے۔ جامع مسجد میں صرف جمعہ کے روز آبادی ہوتی ہے۔ شہری حالت روز بروز بگڑتی جارہی ہے۔ مجھے (مقدسی) اندیشہ ہے کہ وہ سامرا کی طرح برباد ہوجائے گا فتنے فساد، جہالت اور فسق و فجور کا بازار گرم ہے، مقامی حکومت ظالم ہے۔ عراق پر عباسی خلفاء کی حکومت ہے وہ سلاطین جو کہ ماتحت ہیں۔ بغداد میں عراق کے بلند پایہ فقہا حنابلہ اور شیعہ عوام پر حاوی ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں مالکیہ، اشعریہ، معتزلہ اور تجاریہ فرقوں کے پیرو بھی موجود ہیں۔

حضرت سید علی ہجویری نے اپنی عمر کا کچھ حصہ حضرت امام ابو حنیفہ اور حضرت جنید بغدادی کے شہر بغداد میں بسر کیا تھا۔ آپ بغداد شہر کے گلی محلوں اور مسجدوں کا ذکر اس طرح کرتے ہیں گویا شہر کے چپے چپے سے واقف ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے بغداد اور اس کے گرد و نواح میں منصور حلاج کی تقریباً" پچاس کے قریب کتابیں دیکھیں ان تمام کتابوں میں ایسی باتیں میری نظر سے گزریں۔ جو سالک ابتدائی حال میں کرتا ہے۔ ان میں سے بعض باتیں اعلیٰ پائے کی تھیں بعض کمزور ترین کچھ باتیں انتہائی سادہ آسان اور کچھ انتہائی نامعقول تھیں۔ جب کسی پر حق کی روشنی ظاہر ہوتی ہے تو اس کی قوت حال عبارت میں آنے لگتی ہے۔ اور جب فضل جاری ہوتا ہے تو اس سے متعلق باتیں اس طرح ظاہر ہونا شروع ہوجاتی ہیں بالخصوص جب وہ تعبیر میں تعجب کا اظہار کرتا ہے۔ تو فکر اس سے بیگانگی محسوس کرتی ہے۔ اور عقل اس کے ادراک سے قاصر رہ جاتی ہے۔ سننے والے کہتے ہیں کہ یہ کلام بہت عالی ہے، اس موقعہ پر ایک گروہ جہالت کی وجہ سے اس کا منکر اور دوسرا گروہ جہالت کی وجہ سے اس کا قائل ہوجاتا ہے۔ ان کا اقرار بھی انکار کی مانند ہوتا ہے۔ مگر جب محققین اور اہل بصیرت کو ایسا معاملہ درپیش آتا ہے۔ تو وہ الفاظ میں نہیں الجھتے اور نہ ہی عبارت کی تعجب نمائی ان پر اثر انداز ہوتی ہے۔ وہ مدح و ذم سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور کسی کا ماننا یا نہ ماننا ان کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ حضرت علی ہجویری اپنی زندگی کا خاص

واقعہ یوں بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں عراق میں تھا۔ مجھے دینا کمانے اور خرچ کرنے میں بڑی دلیری اور جرات حاصل ہوگئی۔ حتی کہ جس کسی کو کچھ ضرورت اور احتیاج کسی شے کی پیش آئی۔ وہ میرے پاس چلا آتا میں اس کی ضرورت پوری کرتا کیوں کہ میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی بھی شخص میرے ہاں سے خالی نہ لوٹے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری اپنی کمائی اس غرض سے کم پڑنے لگی اور دوسروں کی ضروریات پوری کرنے کی غرض سے مجھے قرض لینا پڑا۔ اور میں چند ہی دنوں میں مقروض ہوگیا اور میں سخت پریشان ہوگیا۔ چنانچہ اس زمانے کے ایک بزرگ نے میرے احوال کو دیکھتے ہوئے مجھے نصیحت کی کہ دیکھو! یہ تو ہوائے نفس ہے۔ اس قسم کے کاموں میں پڑ کر کہیں خدا سے دور نہ ہوجانا۔ جو ضرورت مند ہے اس کی احتیاج تو ضرور پوری کرو۔ مگر خدا کی ساری مخلوق کے کفیل بننے کی کوشش نہ کرو۔ کیوں کہ انسانوں کی کفالت کا فریضہ خود خدائے بزرگ و برتر نے انجام دینا ہے۔ مجھے اس بزرگ کی نصیحت سے اطمینان قلب حاصل ہوا اور مجھے محسوس ہوا کہ خدا کی مخلوق سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

حضرت علی ہجویری کی تصنیفات

سیر و سیاحت گری نے آپ میں لکھنے کا شوق پیدا کردیا۔ جب خوب سیر و سیاحت کرلی تو تصنیف و تالیف کی طرف مائل ہوئے اور اپنے سفری تجربات اور زندگی کے اسرار و رموز سے پردہ اٹھایا اور ایسے ایسے نکات پیدا کئے، جو شرح و تحقیق کے کلمات ثابت ہوئے۔ آپ کی سب سے پہلی تصنیف جو آپ نے بارہ سال کی عمر میں لکھی تھی۔ اس کے علاوہ مندرجہ ذیل تصنیفات جن کا ذکر آپ کی کتاب کشف المحجوب میں ہے یہ ہیں۔

1. کشف المحجوب 2. کشف الاسرار کا ذکر کشف المحجوب میں قطعاً نہ ہے 3. منہاج الدین 4. دیوان علی ہجویری، 5. الرعیتہ الحقوق اللہ 6. کتاب الفناوبقا 7. اسرار الخرق والموئنات 8. نحو القلوب 9. کتاب البیان لاہلی العیان 10. شرح کلام متعور

اس وقت کشف المحجوب کے سوا آپ کی کوئی تصنیف محفوظ نہیں ہے۔ تمام کتابیں ضائع ہوچکی ہیں اور کشف المحجوب بھی کہا جاتا ہے کہ روسی مفکر ژوفسکی کے ذریعے ہم تک پہنچی ہے۔ تاہم ان کتابوں کا مختصر تعارف درج ذیل میں کیا جاتا ہے۔

کشف المحجوب

حضرت علی ہجویری کی تمام تصنیفات میں سے یہی ایک کتاب ایسی ہے جو عام طور پر مل جاتی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ قیام غزنی کے دوران یہ آخری کتاب ہے جو آپ نے لکھی اور لاہور میں آپ کی تشریف آوری کے وقت یہ کتاب آپ کے ہمراہ تھی۔ اور یہیں پر آپ نے اسے مکمل کیا۔ فارسی میں سب سے پہلی کتاب جو تصوف کے موضوع پر تحریر ہوئی یہی کشف المحجوب ہے۔ آپ نے اسے اپنی عمر کے آخری حصے میں مکمل کیا، کشف المحجوب میں قرآن کی 69 سورتوں کی 237 آیات ایک سو اکیس احادیث اور 351 روایات درج ہیں۔

یہ کتاب اتنی جامع اور مستند ہے کہ اسلامی تصوف پر اس سے پہلے اور بعد میں کوئی اور کتاب دیکھنے میں نہیں آئی جو اس کتاب کے پایہ کو پہنچ سکے۔ یہ کتاب ابو سعید ہجویری (جن کا مزار آپکے احاطہ چار دیواری کے اندر موجود ہے) کی خواہش کے مطابق لکھی گئی تھی کہ تصوف کے طریقہ کی تحقیق ان کے اقوال و مذاہب کا ذکر، اہل تصوف کے مقام کی کیفیت کا بیان اہل تصوف کے رموز و اشارات اور خدائے بزرگ و برتر کی حجت کی حقیقت اور دلوں پر اسکے ظاہر کرنے کی حقیقت کا ذکر کیا جائے اور یہ وہی بزرگ ابو سعید تھے جو غزنی سے لاہور آپ کے ہمراہ آئے تھے' سید علی ہجویری نے اس کتاب میں اٹھائیس مقامات پر اپنا نام لکھا ہے۔ اس کتاب میں تصوف و معرفت کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو بیان نہ کیا گیاہو

کشف المجوب کا سب سے مستند نسخہ وہ ہے جو روسی ماہر شرقیات اور مستشرق پروفیسر الفستین وسکی نے سالوں کی مسلسل کاوشوں اور محنت سے ترتیب دیا تھا۔ اور روسی زبان میں ایک مفصل دیباچہ تحریر کیا

اس کے علاوہ کشف المجوب کا انگریزی ترجمہ جو انگلستان سے پروفیسر نکلسن نے گب میموریل سیریز میں انڈیا آفس اور برٹش میوزیم کے مخطوطات کی مدد سے 1911ء میں شائع کیا۔ اس کے علاوہ اس کتاب کے بہت سے اردو تراجم کئے گئے۔

کشف الاسرار

یہ ایک چھوٹی سی مختصر کتاب ہے لیکن اس میں تصوف و معرفت کے رموز بہت اختصار اور جامعیت سے پیش کئے گئے ہیں یہ کتاب بھی لاہور میں لکھی گئی اس کتاب کا اردو ترجمہ مولوی فیروزالدین نے بہت جانفشانی سے کیا ہے۔

اس کتاب کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں' کہ یہ داتا صاحب کی تصنیف نہیں ہے اور کچھ کی رائے میں یہ ان کی تصنیف ہے۔ (واللہ علم الصواب)

منہاج الدین

یہ کتاب غزنی میں لکھی گئی تھی اور اس کا موضوع بھی تصوف تھا اس کتاب کو ایک شخص نے لے کر آپ کا نام مٹا دیا اور اپنا نام لکھ دیا اور عوام کے سامنے اس کتاب کا مصنف خود کو ظاہر کیا وہ لوگ جو آپ کے پاس یہ کتاب دیکھ چکے تھے اس بددیانتی کو جانتے تھے اس کتاب کے چور کے لئے بے ساختہ آپکی زبان سے نکلا۔

"اس ادنی مدعی کا خدا کرے نام روشن نہ ہو۔"

اللہ تعالی نے اس فعل کی وجہ سے ان کو بے برکتی نصیب کی۔

دیوان علی ہجویری

اس کتاب کے بارے میں آپ خود ہی لکھتے ہیں کہ "ایک شخص نے پڑھنے کے لئے یہ دیوان مجھ سے لیا' میرے پاس اس کا ایک ہی نسخہ تھا۔ وہ میں نے دے دیا اس غارتگر نے دیوان میں جہاں میرا نام آتا تھا۔ اپنا نام لکھ دیا اور میری ساری محنت اکارت ہوگئی۔ یہ آپ کی سب سے پہلی تصنیف تھی۔ آپ نے اس کے چور کے بارے میں کہا "اچھا خدا اس پر رحم کرے۔" یہ آپ کی شاعری کی کتاب تھی۔

الرعایتہ الحقوق اللہ

یہ کتاب ان حقوق کے بارے میں لکھی گئی ہے جو عبد ہونے' انسان ہونے کے ناطے سے ہم پر واجب ہیں۔ توحید اور خدا کی واحدانیت پر اچھی طرح روشنی ڈالی گئی ہے اور وہ لوگ جو ایک سے زائد خالقوں کو مانتے ہیں۔ دلائل کے ساتھ سختی سے ان کا رد کیا ہے۔ یہ کتاب بھی شاید زمانے کے دست برد سے ضائع ہوچکی ہے۔ دیکھنے میں نہیں آتی' صرف نام ہی سنا ہے۔

کتاب الفنا و بقا

یہ کتاب بھی زندگی کے فانی ہونے اور مسئلہ فنا و بقا کے بارے میں ہے- آپ نے اس کتاب کے بارے میں فرمایا کہ یہ کتاب الفناء بقاء میں نے عمر کے اس دور میں لکھی جب میرا علم ناپختہ اور عقل پر ابھی بچپن ہی کے اثرات غالب تھے' یہ کتاب بھی ناپید ہے-

اسرار الخرق و المئوینات

اس کتاب کا موضوع درویش کا ظاہر اور باطن ہے اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ ظاہری اور باطنی طور پر ایک درویش میں کن خوبیوں کا ہونا ضروری ہے اور اس کتاب میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ باطن کی پاکیزگی برقرار رکھنے سے معرفت جلد حاصل ہوجاتی ہے اور حصول روحانیت کے لئے' حفاظت نفس' عجت اور پاکیزگی لازمی ہے- حضرت علی ہجویری نے فرمایا کہ یہ کتاب میں نے مریدوں اور شیخ کے بارے میں لکھی تھی- اور مریدوں کو اپنی اصلاح کے لئے اس کتاب کا ایک نسخہ اپنے پاس ضرور رکھنا چاہئے- اس کتاب کا ایک نسخہ مرو میں رہ گیا- اس لئے یہ کتاب بھی ناپید ہے-

نحو القلوب

جمع و تفرقہ تصوف کے موضوعات میں ایک بہت اہم موضوع ہے- جمع کیا ہے؟ وہ جو اپنے اوصاف کے ساتھ جمع ہو- تفرقہ وہ ہے جو اپنے افعال سے جدا ہو- اس چیز کی وضاحت کے لئے آپ نے کتاب نحو القلوب لکھی جس میں وضاحت کے ساتھ

قرآن و سنت کی روشنی میں اس مسئلے کو بیان کیا ہے۔ تاکہ اہل تصوف کو یہ مسئلہ سمجھنے میں مشکل درپیش نہ ہو۔

کتاب البیان لاہل العیان

اس کتاب کے بارے میں آپ اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ میں نے ابتدائی زمانے میں ایک کتاب ابیان لاہل العیان لکھی۔ جس میں دنیا کی ناپائیداری کا ذکر کیا اور وہ لوگ جو خدا کی طرف اپنا دل لگاتے ہیں وہ دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اس بات کی وضاحت کے لئے واقعہ معراج کا ذکر کیا۔ لکھتے ہیں کہ

"معراج کی رات کو جب پیغمبر ﷺ کو دونوں جہان دکھائے گے، تو آپ نے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کی۔ وجہ یہ کہ وہ جمع میں جمع تھے۔ اور جو جمع ہوا وہ تفرقہ کو پسند نہیں کرتا۔ اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا **مازاغ البصر وما طغی** محمد ﷺ کی آنکھ نے ادھرادھر نہ میل کی، نہ راہ سے گزری۔"

شرح کلام منصور

حضرت داتا گنج بخش کی یہ کتاب حضرت حسین بن منصور حلاج کے کلام کی شرح پر لکھی گئی تھی اس کتاب میں حلاج کے کلام کے باطنی نقاط پر روشنی ڈالی گئی تھی، لیکن یہ بھی ناپید ہے۔

حضرت داتا گنج بخش کی لاہور میں تشریف آوری

حضرت داتا گنج بخش سلوک کی منازل، شریعت، طریقت، معرفت الٰہی اور میں کامل ہو چکے تو آپ کے پیر و مرشد کو معلوم ہو گیا کہ وہ وقت آگیا ہے کہ ان کے فیض و برکت کی روشنی عوام تک بھی پہنچے اور وہ ان سے فیض یاب ہوں۔ اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیں۔ تاکہ ان کی ولایت کا فیض دنیا کو منور کرتا رہے اور تبلیغ دین میں جمود نہ آنے پائے۔ چنانچہ جب آپ بھی حصول معرفت میں عرفان کی بلندیوں تک پہنچ گئے تو آپ کے مرشد نے بھی آپ کو حکم دیا کہ تم لاہور جاؤ اور وہاں اپنے علم و فضل سے توحید کی شمع روشن کرو، اور مخلوق خدا کو رشد و ہدایت کے راستے پر گامزن کرو۔

جب آپ کو اپنے مرشد ابو الفضل ختلی کا یہ حکم ملا تو آپ نے انکساری سے اپنے مرشد کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور! وہاں تو ہمارے پیر بھائی اور آپ کے مرید کامل یعنی حضرت شاہ حسین زنجانی پہلے سے موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں میری وہاں کیا ضرورت ہے۔ اور میرے جانے سے لوگوں کو کیا فائدہ ہو گا۔ اس کے جواب میں آپ کے مرشد نے فرمایا! اے علی! تمہارے لئے بہتر یہی ہے کہ تم تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینے کے لئے لاہور چلے جاؤ، آپ کو بحث سے کیا مطلب بلا چوں و چرا چلے جاؤ۔

مرشد کا یہ حکم سنتے ہی آپ حضرت علی ہجویری اپنے وطن غزنی گئے۔ اور لاہور جانے کے لئے تیاری شروع کر دی۔ غزنی سے لاہور تک کا سفر بہت دشوار گزار تھا۔ اس زمانے میں جب سفر کی کوئی سہولت نہیں تھی۔ غزنی سے لاہور تک کے سفر میں شمالی سرحدی علاقہ آتا ہے۔ آپ بغیر کسی ساز و سامان کے پاپیادہ اپنے دو رفیقوں کے ہمراہ عازم سفر ہوئے۔ اس ملک کی طرف جہاں کی معاشرت، تہذیب، زبان سے ناواقف تھے۔ آب و ہوا میں بھی نمایاں اختلاف تھا۔ راستے سے بھی شناسائی نہیں رکھتے تھے۔ لیکن اپنے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ شیخ احمد حماد سرخسی اور شیخ ابو سعید

ہجویری کے ہمراہ اس اجنبی ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ دشوار گزار پہاڑیوں پر مشتمل تھا۔ یہ تینوں برگزیدہ بندے انتہائی مشقت اٹھاتے ہوئے، پہاڑی راستے کو عبور کرتے پشاور پہنچے اور پھر پنجاب کے دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے لاہور پہنچے۔ مختلف روایات اور کتابوں کے حوالے سے آپ کی لاہور آمد کا سن 431ھ 1039ء درج ہے۔

حضرت داتا گنج بخش کی لاہور آمد کے سلسلے میں مختلف مورخین کی مختلف آراء ہیں، خواجہ حسن سنجری اپنی کتاب "الفواد الفواد" میں لکھتے ہیں کہ

"اس بارے میں مشہور قدیم روایت حضرت نظام الدین اولیاء سے منقول ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت داتا گنج بخش اور شیخ حسین زنجانی لاہوری دونوں پیر بھائی ہیں۔ شیخ حسین زنجانی پہلے لاہور میں مقیم تھے۔ ایک دن حضرت داتا گنج بخش کے مرشد نے آپ کو حکم دیا کہ لاہور جاؤ۔ چنانچہ حضرت داتا گنج بخش لاہور روانہ ہوگئے۔ جس دن لاہور پہنچے، رات ہوگئی تھی۔ قلعہ کے دروازے بند ہوگئے تھے، لہٰذا باہر رات گزاری صبح اٹھے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے قلعہ سے باہر آرہے ہیں۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ جنازہ شیخ حسین زنجانی کا ہے۔ آپ کو اس وقت اپنے مرشد کے حکم کی حکمت سمجھ میں آئی۔"

یہ روایت "ثمرات القدس" میں بھی ہے، مگر کسی اور تذکرے میں موجود نہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت داتا گنج بخش نے کشف المحجوب میں جہاں اپنے معاصرین کا ذکر کیا ہے۔ وہاں کہیں بھی شیخ حسین زنجانی کا اور اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ "خزینۃ الاصفیاء" میں مفتی غلام سرور لاہوری نے حضرت داتا گنج بخش کی تاریخ وفات 465ھ لکھی ہے اور شیخ حسین زنجانی کی تاریخ وفات 600ھ درج کی ہے اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور شیخ حسین زنجانی معاصر تھے۔ حضرت داتا گنج بخش متفقہ روایات کی رو سے ان سے پہلے 465ھ میں وفات پاگئے تھے۔ لہٰذا نظام الدین اولیاء کے حوالے سے جو روایت مذکور ہوئی ہے وہ درست نہیں۔

جدید آراء میں سے تین آراء ایسی ہیں جو درست تسلیم کی جاتی ہیں۔

1. مسعود غزنوی (جو کہ محمود غزنوی کا بیٹا تھا) کے حملہ ہانسی کے وقت 469ھ میں اس کے ساتھ آئے (ہاشمی فرید آبادی - ماثر لاہور)

2. محمود غزنوی کے ساتھ آئے۔ (سجان رائے خلاصۃ التوریخ اردو)

3. مسعود غزنوی کی ترکمانوں کے لئے شکست کے بعد 431ھ آئے۔ (محمد حسین تسبیحی مقالہ ڈاکٹریٹ کشف المحجوب)

یہی روایت درست سمجھی جاتی ہے کہ حضرت داتا گنج بخش 431ھ میں اپنے دو ساتھیوں شیخ ابو سعید ہجویری اور حماد سرخسی کے ساتھ لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں غزنی میں سلطان مسعود غزنوی حکمران تھا۔ اور سلجوقیوں نے جن کا حکمران سلطان الپ ارسلان سلجوقی تھا حملہ کردیا اور مسعود غزنوی کو شکست دی اس افراتفری اور بدامنی کے دور میں غزنی کے بہت سے علماء فضلاء اور مقامی لوگ دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کر گئے۔ سلطان مسعود غزنوی بھی لاہور آتے ہوئے جہلم کے کنارے گرفتار ہو کر مارا گیا۔

حضرت شیخ مخدوم علی ہجویری کے اس بیان کی روشنی میں کہ "آپ کے پیرو مرشد شیخ حسین الختلی کا سران کے انتقال کے وقت آپ کی گود میں تھا۔ ماننا پڑے گاکہ آپ دو مرتبہ لاہور تشریف لائے پہلی مرتبہ 413ھ اور دوسری مرتبہ 461ھ میں کیونکہ علامہ ذہبی نے اپنی کتاب "تاریخ اسلام" میں شیخ حسین الختلی کی تاریخ وفات 460ھ بیان کی ہے اس لئے ضروری ہے کہ حضرت شیخ علی ہجویری اپنے مرشد کے انتقال کے بعد 461ھ میں دوبارہ لاہور آئے ہوں اور مستقلاً" اپنی وفات تک لاہور میں ہی مقیم رہے

لاہور کے سیاسی اور مذہبی حالات

حضرت علی ہجویری جب لاہور تشریف لائے تو آبادی بہت کم تھی اونچی اور فلک بوس عمارتیں نہیں تھیں بلکہ سیدھے سادھے گھر تھے اور جہاں سے آپ تشریف لائے تھے وہاں کے ماحول سے ایک بالکل مختلف معاشرت، سیاسی حالت اور مذہبی حالت سے آپ کو سامنا کرنا پڑا آپ کی تشریف آوری کے وقت لاہور کا نام "لیاہور""لوہور" تھا۔

زمانہ قدیم سے پنجاب کی سر زمین حملہ آوروں کا نشانہ بنتی رہی اس زمانے میں لاہور کو سر زمین پنجاب کی ریاست کہا جاتا تھا اس لئے یہ شہر کئی بار برباد اور آباد ہوتا رہا۔

سیاسی حالت

آپ کی آمد سے پہلے ہندوستان میں بہت سی ریاستیں تھیں اس کے شمال کی جانب غزنوی حکومت تھی ریاستوں کے حکمران ہندو راجے اور راجپوت تھے محمود غزنوی سے پہلے لاہور کو سیاسی اور عسکری اہمیت حاصل نہیں تھی۔ لیکن ایک وقت ایسا آیا کہ غزنوی حکومت کا حکمران سبکتگین ہندوستان کی طرف متوجہ ہوا اور ہندوستان پر حملے کرنے لگا اور حملے کرتے ہوئے پنجاب تک آ پہنچا اور پنجاب میں چند قلعوں کو فتح کیا وہاں مساجد بنوائیں اور مال غنیمت لوٹ کر واپس چلا گیا اس زمانے میں کابل اور پشاور کے علاقے پنجاب میں شامل تھے چنانچہ لاہور سے ملتان اور کشمیر سے کابل تک ہندو راجہ جے پال کی حکومت تھی اس نے جب ایک مسلمان حکمران کو دیکھا تو اسے سخت تشویش ہوئی اور اپنے لئے خطرہ محسوس کرتے ہوئے اپنی فوجوں کو لے کر غزنی کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر امیر سبکتگین کو بھی راجہ جے پال کے ارادوں کی خبر ہو گئی چنانچہ اس نے بھی اپنی فوجوں کے ساتھ پشاور کا رخ کیا چنانچہ لمغان کے میدان میں دونوں

فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ لمغان پشاور اور کابل کے درمیان ایک میدان ہے اس جنگ میں محمود غزنوی بھی اپنے باپ امیر نصیرالدین سبکتگین کے ہمراہ تھا محمود غزنوی اس وقت ایک نو عمر شہزادہ تھا طویل جنگ کے بعد جے پال کو شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس نے صلح کی درخواست کی چنانچہ صلح کی شرائط یہ طے پائیں کہ راجہ اپنے چند امراء اور قریبی عزیزوں کو بطور یرغمال کے امیر کے حوالے کرے اور ہندوستان واپس جا کر تاوان جنگ کے طور پر گھوڑے، ہیرے جوہرات سبکتگین کی خدمت میں ارسال کرے جے پال پنجاب میں بٹھنڈا اپنے دارالخلافہ پہنچا اور یہاں پہنچ کر اس کی نیت بدل گئی اس نے وعدہ شکنی کرتے ہوئے امیر کے ان آدمیوں کو جو تاوان لینے کی غرض سے اس کے ساتھ آئے ہوئے تھے قید کر لیا۔ امیر سبکتگین کو جب جے پال کی اس وعدہ خلافی کی خبر ہوئی تو اسے بہت طیش آیا اور وہ سخت برہمی کے عالم میں تیزی کے ساتھ ہندوستان کی طرف بڑھا افغانوں کی مدد سے اس نے ہندوستان کے سرحدی علاقوں میں قتل وغارت گری کا بازار گرم کرتے ہوئے راستے میں آنے والے شہروں کو فتح کرتے ہوئے پنجاب کی طرف بڑھنے لگا اس عرصے میں جے پال بھی ہندوستان کے تمام راجوں اور مہاراجوں سے مدد کی اپیل کر چکا تھا ہندوستان کے تمام راجے سبکتگین کی یلغار سے گھبرا گئے اور ایک دوسرے کا دشمن ہونے کے باوجود جے پال کی مدد کے لئے دہلی، کالجز قنوج کی آزمودہ کار فوجیں جے پال کی مدد کے لئے پہنچ گئیں چنانچہ ایک لاکھ کا لشکر جے پال کے جھنڈے تلے سامان رسد کے ساتھ پہنچ گیا۔ جے پال اس عظیم لشکر کو لے کر نکلا اور دونوں فوجوں کا پشاور کے مقام پر آمنا سامنا ہوا۔ محمد قاسم فرشتہ اپنی کتاب تاریخ فرشتہ کی پہلی جلد میں لکھتا ہے کہ "اس موقعہ پر جب امیر نصیرالدین سبکتگین نے ایک پہاڑی پر چڑھ کر اپنے مدمقابل فوج کا جائزہ لیا تو اسے معلوم ہوا کہ شمالی ہندوستان کے تمام حکمرانوں کی فوجیں جمع ہیں گویا ایک دریائے بے پایاں اور لشکر بے کراں ہے جدھر نظر اٹھتی تھی ہر طرف سر ہی سر نظر آتے تھے مگر سبکتگین اپنے تجربے کی بناء پر سمجھتا تھا

کہ اس لشکر بے اندازہ کی حیثیت بھیڑ بکریوں کے ایک گلے سے زیادہ کچھ نہیں۔ چنانچہ اس نے اپنی فوج کے تمام سرداروں کو جمع کیا اور انہیں اسلام کی خدمت اور خدا کی راہ میں لڑنے کے لئے پرجوش تقریر کی اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔ یہاں تک کہ سب مرنے مارنے پر تیار ہوگئے۔ اس موقعہ پر امیر نے ایک حکمت عملی اختیار کی وہ یہ کہ اپنے لشکر کو پانچ پانچ سو سواروں میں تقسیم کیا ہر دستہ کا ایک سردار مقرر کیا جو تجربہ کار افغان سپہ سالار تھا۔ اور ان کو حکم دیا کہ ہر دستہ علیحدہ علیحدہ جنگ میں شریک ہو۔ جب ایک دستہ تھک جائے تو اس کی جگہ دوسرا دستہ حملہ کردے۔ اس طرح جنگ مسلسل جاری ہے۔ اس طرح امیر نے جے پال کی فوجوں کو تھکا دیا جب ایک دستہ تھک کر پیچھے ہٹتا تو جے پال کی فوجیں سمجھتیں کہ امیر کی افواج ہمت ہار گئیں ہیں۔ لیکن دوسرا دستہ اس کی جگہ لے لیتا اس طرح تیسرا دستہ دوسرے کی جگہ لے لیتا۔ چند دن کی جنگ کے بعد جے پال کی فوج میں کمزوری کے آثار پیدا ہوگئے۔ چنانچہ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے۔ امیر نے اپنی فوج کو یکبارگی حملے کا حکم دیا پھر کیا تھا دشمن کے سپاہی لاشوں کی صورت گرنے لگے اور باقی فوج بھاگ نکلی۔ افغان فوج نے دریائے اٹک تک فوج کا تعاقب کیا اور مسلمانوں نے کابل سے پشاور تک کا سارا علاقہ فتح کرکے غزنی کی سلطنت میں شامل کرلیا۔ اس طرح پنجاب کے علاقے میں مسلمان مبلغین کی آمد کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

امیر سبکتگین کی وفات کے بعد اس کا نو عمر بیٹا سلطان محمود غزنوی 387 ہجری 977ء میں تخت نشین ہوا۔ راجہ جے پال نے اس کو نو عمر اور ناتجربہ کار سمجھتے ہوئے اپنی شکست کا بدلہ لینے اور اپنے علاقے واپس لینے کی خاطر غزنی پر چڑھائی کے منصوبے بنانے لگا اور ایک لشکر جرار کو ترتیب دے کر حملہ کے لئے روانہ ہوا۔ سلطان محمود غزنوی کو پہلے ہی جے پال کی آمد کی خبر مل گئی تھی۔ چنانچہ سلطان محمود بھی اپنی فوجوں کے ساتھ غزنی سے روانہ ہوا اور راستے میں ہی دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ راجہ

جے پال تین ہزار فوج کے ساتھ تھا۔ بارہ ہزار سوار اور تین سو جنگی ہاتھی اس کے علاوہ تھے۔ اس کے برعکس سلطان محمود غزنوی کے پاس صرف پندرہ ہزار سوار تھے۔ معرکہ آرائی ہوئی، تمام دن قتل و غارت کا بازار گرم رہا' مورخین کے ایک اندازے کے مطابق اس دن جے پال کی فوج کے پندرہ ہزار سپاہی مارے گئے۔ اور جے پال اپنے سرداروں کے ہمراہ گرفتار ہوا۔ اور جان بخشی کی درخواست کی اور سلطان نے اسے چھوڑ دیا لیکن جے پال کو اپنی اور اپنے سرداروں کی رہائی کے لئے ڈھائی لاکھ کی خطیر رقم ادا کرنا پڑی۔ پنجاب واپس پہنچا تو اس نو عمر بادشاہ کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کا اس کے دل پر بہت بوجھ تھا اور دوسرے راجاؤں اور مہاراجوں کی لعنت ملامت اس کے علاوہ اسے سننا پڑی' چنانچہ وہ زندہ چتا میں بیٹھ کر جل مرا۔

جے پال کی خودکشی کے بعد اس کا بیٹا آنند پال پنجاب کی ریاست کا حکمران بنا۔ باپ کے انجام سے عبرت حاصل کرتے ہوئے بظاہر تو اس نے سلطان سے صلح کرلی' لیکن درپردہ وہ سلطان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہوگیا۔ اور ملتان کے قرامطی ابو الفتح کو سلطان کے خلاف کردیا۔ 1003ء میں جب سلطان نے بجیرے اور بھٹنڈہ کے راجہ کو ان کی سرکشی کا مزہ چکھانے کے بعد غزنی کی طرف روانہ ہوا تو ملتان کے حاکم ابو الفتح قرامطی نے سلطان محمود غزنوی کا راستہ روک لیا اور دوسری طرف دریائے سندھ کا وہ راستہ جو ملتان کی طرف جاتا تھا _ آنند پال نے روک لیا' لیکن خدا کی رحمت اور تائید غیبی سلطان کے ساتھ تھی۔ سلطان نے ان دونوں کو شکست سے ہمکنار کیا قرامطیوں کے بغداد کے خلیفہ عباسی کے ساتھ تعلقات اچھے نہیں تھے۔ ان کو شکست دینے سے سلطان کو بغداد کے خلیفہ کی خوشنودی حاصل ہوگئی۔ دوسرا قرامطیوں کی انند پال کے ساتھ مل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آئے دن کی سازشیں ختم ہوگئیں۔ تیسرا انند پال کی اطاعت شعاری کا پول کھل گیا اور اس کی سازشوں کو ختم کرنے کے لئے سلطان کے لئے لازم ہوگیا کہ وہ ہمیشہ کے لئے اس فتنے کا خاتمہ

کروے۔ جے پال کی سازشیں طشت از بام ہوگئیں۔ چنانچہ اس نے اب کھلم کھلا اسلام اور مسلمانوں کی مخالفت شروع کردی۔ انند پال نے ہندوؤں میں یہ خیال پھیلا دیا کہ مسلمان ایک ناپاک قوم ہیں اور ان کا پاکیزہ مذہب اس کے بڑھتے ہوئے رسوخ کی وجہ سے خطرے میں پڑگیا ہے۔ چنانچہ انند پال کی یہ چال کامیاب رہی اور ہندوؤں نے اس کی دل کھول کر اس کی مالی مدد کی۔ یہاں تک کہ بیوہ عورتوں نے چرخہ کات کر اس رقم سے فوج کی مدد کی۔

چنانچہ 1008ء میں اٹک کے قریب حضرو کے میدان میں دونوں فوجوں کی ایک فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ اس دفعہ انند پال کے ہمراہ نہ صرف اجمیر، قنوج، کالنجر اور گوالیار کی تربیت یافتہ افواج تھیں بلکہ عوام کی تائید بھی اسے حاصل تھی انند پال کی افواج نے بہادری اور بے جگری کا مظاہرہ کیا اور سلطان کی فوج کے چار ہزار آزمودہ کار سوار اس جنگ میں مارے گئے۔ سلطان محمود غزنوی کے لئے یہ موقعہ انتہائی نازک تھا۔ چنانچہ سلطان نے اپنی فوج کو یکبارگی حملہ کا حکم دیا حملہ ہوتے ہی انند پال کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ انند پال اپنے ہاتھی پر بیٹھ کر غائب ہوگیا کہ پھر کبھی کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔ ہندو راج پوتوں نے سلطان کی بہادری کو جان لیا۔ وہ چاہتا تو اس اس جنگ میں فتح کے بعد پنجاب پر اپنی حکومت قائم کردیتا اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ انند پال کے بیٹے تری لوچن پال کو باج گزار حکمران کی حیثیت سے حکومت کا نظم و نسق دے دیا اور خود غزنی چلا گیا۔

سلطان کی ان مہربانیوں اور فیاضیوں کے باوجود پنجاب کے حکمران اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے۔ ان سازشیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے سلطان کو مجبوراً" کالنجرہ، نگرکوٹ اور قنوج کی ریاستوں پر حملہ کرنا پڑا۔ ان ریاستوں کو اپنے قبضہ میں لینے کے بعد سومنات کے عظیم الشان مندر جو کاٹھیاوار گجرات کے شہر میں واقع ہے حملہ کردیا، کیوں کہ سلطان ہندوؤں کے اس باطل خیال سے آگاہ ہوچکا تھا

کہ سومنات کا بت سلطانی فوج کو تباہ و برباد کردے گا۔ سومنات کا مندر سلطان کے حملے سے ایک سو سال پہلے سمندر کے کنارے بنایا گیا تھا۔ سمندر کی لہریں مندر کی دیواروں سے آکر ٹکراتی تو ہندو یہ سمجھتے کہ یہ لہریں سومنات کے بت کو غسل دینے اور اس کے درشن کو آتی ہیں۔ اور اس طرح ان کے دلوں میں مندر کی عظمت قائم ہوگئی۔ بھارت کے تمام راجپوتوں اور مہاراجوں نے اس مندر کے اخراجات کے لئے ہزاروں گاؤں وقف کردیئے تھے۔ ایک ہزار برہمن اس مندر کی دیکھ بھال کے لئے مقرر کئے گئے تھے۔ اس کے علاوہ پانچ سو لڑکیاں مندر کے سامنے دن رات رقص کے لئے مقرر کی گئیں۔ سلطان نے اس مندر میں سومنات کے بت کے ٹکڑے کردیئے اور چشم عبرت کے لئے بعض ٹکڑوں کو اپنے ساتھ غزنی لے گیا۔ اور اب سلطان نے راجپوتوں کی مسلسل ہنگامہ ارائیوں کی وجہ سے پنجاب کے برہمن حکمران خاندان کو ختم کرکے اس کا براہ راست الحاق غزنی سے کردیا اور اپنے حاکم مقرر کردیئے۔

سلطان کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد بن سلطان محمود غزنوی غزنی کا حکمران بنا مگر اس میں حکومت کرنے کے اوصاف نہیں تھے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد ان کے دوسرے بیٹے سلطان مسعود بن سلطان کو حکمران بنایا گیا۔ چنانچہ کہا جاتا ہے کہ ان کے زمانے میں حضرت علی ہجویری لاہور آئے۔ سلطان کی طرف سے ان کا بیٹا شہزادہ مجدد پنجاب کا حکمران تھا۔

مجلسی حالت

حضرت داتا گنج بخش کی آمد کے وقت لاہور میں راجپوت اور آرائیں قوموں کی اکثریت تھی۔ ایک خدا کو ماننے والا کوئی نہیں تھا۔ یہ سب لوگ بت پرست تھے' ذات کی تفریق کی وجہ سے قومیں ایک دوسرے کی دشمن تھیں۔ ہر قوم کے لوگ اپنی ذات

کے مطابق پیشہ اختیار کرنے پر مجبور تھے۔ غریبوں کے لئے تعظیم کے دروازے بند تھے۔ وہ چاہتے ہوئے بھی اسے حاصل نہیں کر سکتے تھے' ان کے علاوہ برہمن سپاہی اور راجپوت سپاہی بھی یہاں آباد تھے۔ تاجر اور اہل فن بھی رہتے تھے جن میں زرگر' عطار' تیرگر' منجم' مستری' عنبر فروش' قاضی' نجومی' جوگی' شا' فلسفی اور فال گیرلاہور شہر کے وسط میں رہائش پذیر تھے۔ شہر کے اردگرد زیادہ تر زمینیں تھیں۔ جو کہ ہندو ارائیوں کی ملکیت تھیں جو ان زمینوں پر اپنے مزارعین سے کھیتی باڑی کرواتے اور خود کو راج پوتوں کے برابر خیال کرتے۔ ذات پات کی نسبت البیرونی نے لکھا ہے کہ ہندوؤں کے ہاں انسانی حیثیت کے چار درجے ہیں۔ اول برہمن' دوم کھشتری' سوم ویش' چہارم شودر۔ برہمن کو سب سے اونچی ذات کا خیال کیا جاتا ہے۔ اور اس کا درجہ سب سے زیادہ قرار دیا گیا۔ باقی ایک دوسرے سے کم حیثیت کے درجے کے ہیں۔

خصوصیت کے اعتبار سے برہمن زادے کی زندگی کے چار ادوار ہیں۔ پہلا دور 8 برس کی عمر سے 25 سال تک ہے۔ اس میں ایک برہمن زادے کے پاس بڑی عمر کے برہمن اکٹھے ہو کر آتے ہیں۔ اس کی کمر میں زنار باندھتے ہیں' گلے میں ایک جوڑا جنیئو پہناتے ہیں۔ جو مضبوط دھاگے کی نو تاروں سے بنا ہوتا ہے' اور ایک تیسری تار کپڑے کی بنی ہوتی ہے۔ جسے وہ بائیں کندھے پر رکھ کر دائیں بغل کے نیچے لے آتا ہے۔ اسے ایک لکڑی دی جاتی ہے' جسے اٹھائے رکھتا ہے ایک انگوٹھی جسے در کہا جاتا ہے اس کے داہنے ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنا دی جاتی ہے۔ اسے ایک تبرک اور مذہبی شے خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے اتارنے کے بارے میں کوئی سخت احکام نہیں جیسا کہ جینوء کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اسے بدن سے کسی حالت میں بھی علیحدہ نہ کیا جائے۔ اگر ایسا کیا جائے گا تو روزہ اور صدقہ دیئے بغیر اس گناہ کا کفارہ نہیں ہوگا۔

برہمن زادہ کے لئے ضروری ہے کہ پچیس سال تک دنیاوی تعلقات سے علیحدہ رہے۔ وہ ملک ملک گھومتا ہے' کسی گرو کی خدمت کر کے اس سے مختلف مذہبی علوم

حاصل کرتا ہے۔ اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ دن میں تین مرتبہ غسل کرے، صبح و شام دن کے دونوں وقت آگ کی قربانی دے اور اس کے بعد اپنے گرو کو سجدہ کرے۔ ایک دن روزہ رکھے دوسرے دن افطار کرے، گوشت بالکل نہ کھائے، استاد کے گھر رہے اور وہاں رہتے ہوئے دن میں پانچ گھروں سے بھیک مانگ کر لائے اور جو کچھ ملے اپنے استاد کو دے اور وہاں سے جو بچے گرو کی اجازت سے کھائے۔ قربانی کے لئے لکڑیاں آگ تک خود اکٹھا کر لائے۔

برہمن زادے کے دوسرے دور میں جو کہ پچیس سال سے پچاس سال کے عرصہ پر مشتمل ہے۔ اسے اجازت ہے کہ وہ شادی کرے، مگر شرط یہ ہے کہ اولاد پیدا کرنے کی غرض سے شادی کرے، اور مہینے میں صرف ایک مرتبہ عورت کے پاس جائے۔ ازدواجی زندگی اختیار کرنے کے بعد ایک برہمن کے لئے لازم ہے وہ صرف برہمنوں اور کشتریوں کو تعلیم دے۔ اور اس سے جو ملے اس سے گزر بسر کرے۔ اگر اخراجات کو پورا کرنے کے لئے کوئی اور کام کرنا چاہتا ہے تو صرف کپڑے اور سپاری کی تجارت کر سکتا ہے۔ مویشی پالنا، بیل رکھنا، جائیداد بنانا اور سود کھانا برہمن کے لئے حرام ہے۔ نیل رنگ اس کے بدن پر لگ جائے تو غسل واجب ہے۔

برہمن کی زندگی کا تیسرا دور 50 سال سے 75 سال کی عمر تک کا ہے۔ اس دور میں وہ گھر چھوڑ کر جنگلوں کی راہ لیتا ہے۔ اگر بیوی ساتھ نہ رہنا چاہے تو اسے اپنی اولاد کے حوالے کر کے اکیلا چلا جاتا ہے۔ کپڑے نہیں پہنتا صرف اس قدر کہ ستر پوشی ہو سکے، استعمال کرتا ہے۔ صرف پھل، ساگ پات اور اس کی جڑیں کھاتا ہے، اناج نہیں کھاتا، بغیر کسی کپڑے اور بستر کے زمین پر سوتا ہے۔ سر کے بال بڑھا لیتا ہے، تیل استعمال نہیں کرتا۔

برہمن کی زندگی کا آخری چوتھا حصہ جو آخر تک رہتا ہے اس دور میں وہ سرخ رنگ کا کپڑا پہنتا ہے۔ ہاتھ میں ایک عصا رکھتا ہے، دل کو دوستی، دشمنی سے خالی کرے

اور ذہن کو حرص و ہوس اور شہوت سے دور کرنے کی کوشش کرتا ہے' بالکل الگ رہتا ہے۔ برہمن کی زندگی کا تمام تر مقصد صدقہ لینا اور دینا ہے۔

کشتریوں کے بارے میں یہ حکم ہے کہ وہ لکھنا' پڑھنا' سیکھ سکتے ہیں مگر دوسروں کو تعلیم نہیں دے سکتے۔ لوگوں پر حکمرانی کرنے اور جنگ کرنے کا بھی انہیں حق حاصل ہے۔ ہر کشتری جب بارہ سال کو پہنچے تو ایک فرد تین دھاگے اور ایک فرد موٹے کپڑے جینو پہنے۔

ویش کا کام کھیتی باڑی کرنا' مویشیوں کی دیکھ بھال کرنا اور برہمنوں کی ضرورتیں پوری کرنا ہے۔ ہر ویش کو صرف دو دھاگوں کی جینو پہننے کی اجازت ہے۔

شودروں کی حیثیت صرف برہمنوں کی خدمت کرنا ہے۔ ان کی حیثیت غلاموں کی سی ہے۔ اگر وہ جینو پہننے کی خواہش کریں تو صرف ایک فرد موٹے کپڑے کی پہن سکتے ہیں۔ ایسا کام جو برہمن انجام دیتے ہیں' شودروں کو اجازت نہیں مثلاً" مالا جپنا' آگ کی قربانی دینا اور وید پڑھنا اور اگر اس نے کوئی ایسا کام کیا ہے جو صرف برہمنوں کے لئے مخصوص ہیں مثلاً" وید پڑھنا تو شہر کا حاکم سزا کے طور پر اس کی زبان کاٹ ڈالنے کا حکم دے سکتا ہے۔ شودروں کے علاوہ ہندوؤں کی نظر میں جو ہندی نہیں ملیچھ یعنی ناپاک کے ہیں وہ لوگ بھی جو مار دھاڑ کرتے ہیں' ذبح کرتے ہیں اور جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں یعنی کہ مسلمان۔

مذہبی حالت

آپ کی آمد سے پہلے لاہور میں ہندو دھرم اپنے عروج پر تھا۔ البیرونی لکھتا ہے کہ ان کے نکاحوں میں بھی بے حیائی اور بے شرمی کے تعلقات موجود ہیں۔ چنانچہ پنجھیرے سے کشمیر کے آس پاس کے علاقے تک جو سلسلہ کوہ پھیلا ہوا ہے وہاں کے

لوگوں میں مشہور ہے کہ چند بھائیوں کے درمیان اگر وہ حقیقی ہوں تو ایک عورت کا مشترک ہونا فرض ہے۔

ماضی قدیم میں ہندوؤں کے یہاں نکاح کے دو طریقے اور بھی تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کسی بڑے خاندان میں اولاد پیدا کرنے کے لئے یہ حکم دیتا کہ وہ فلاں شخص کے پاس جائے۔ اور اس سے ہم بستر ہو اور پھر اس کا شوہر اس شوق میں کہ اس کا بچہ نجیب ہو حمل کے دنوں میں بیوی کے پاس نہیں جاتا تھا۔ ایک اور طریقہ یہ تھا کہ ایک شخص اپنی بیوی دوسرے شخص کو دے دیتا اور اس کی بیوی خود لے لیتا۔ اس طرح باہمی رضا مندی سے بیویاں تبدیل کرلی جاتیں۔ ایک اور صورت یہ بھی تھی کہ چند آدمی ایک عورت کے پاس جاتے اور باری باری اس سے ہم بستر ہوتے پھر جب حمل ٹھہر جاتا اور اولاد پیدا ہوتی تو عورت یا تو خود اسے کسی مرد سے منسوب کردیتی یا پھر اندازے سے پہچانا جاتا کہ وہ اولاد کس مرد کی ہوسکتی ہے۔

اس کے علاوہ نکاح کی ایک صورت یہ بھی ہوتی تھی جو باپ یا بیٹے کی بیوہ سے کیا جاتا تھا۔ اس طریقے سے جو بیٹا پیدا ہوتا اسے مرنے والے نام سے موسوم کرتے اور اس کی نسل بڑھانے کا ذریعہ جانتے تھے۔

مذہب کے نام پر ہر قسم کی بے حیائی روا تھی۔ شہر میں ہندوؤں کے مندر تھے۔ ان مندروں میں پجاری رنگ رلیاں مناتے۔ لوگوں کی اخلاقی حالت نہایت خراب تھی۔ شراب، زنا، جوا اور دوسری برائیاں عام تھیں۔ عورتوں میں ستی کی رسم عام تھی۔ آداب الحرمین میں لکھا ہے کہ راجہ بزت نے اپنے زمانے میں سورج دیوتا کا مندر (راوی) بنوایا تھا یہ بڑا مشہور اور قابل دید مندر تھا اور اس مندر میں سورج کی عبادت کی جاتی تھی۔

تبلیغ دین

حضرت علی ہجویری کی لاہور آمد سے پہلے ہی اگرچہ اسلام کی روشنی پھیلنا شروع ہوگئی تھی۔ آپ کے آنے سے پہلے جو بزرگ یہاں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے تھے ان کی کاوشوں سے بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے تھے۔ مگر ہندو پردھتوں کی اجارہ داری کی وجہ سے تبلیغ دین میں رکاوٹیں تھیں اور لاہور کی فضا مسلمانوں کے حق میں بڑی ناسازگار تھی۔ ان ناگفتہ بہ حالات میں حضرت علی ہجویری کا لاہور تشریف لانا اور تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینا جہاد بالسیف سے بڑا کارنامہ ہے۔ حضرت علی ہجویری کا لاہور میں آنے کا مقصد لوگوں کو دین حق کی دعوت دینا تھا اور اسی مقصد کے لئے آپ اپنے وطن غزنی کو چھوڑ کر یہاں آئے تھے۔ آپ نے تبلیغ کا آغاز فرمایا آپ کے پاس جو آتا اسے اللہ پر ایمان لانے کی ترغیب دیتے۔ اسے دین اسلام کے عقائد سے آگاہ کرتے۔ اور اس کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا فرماتے کہ خدا ان کو اسلام قبول کرنے کی سعادت عطا فرمائے۔ لوگ آپ کے پاس آتے اللہ کے اس ولی کی دعائیں ساتھ لے جاتے۔ آپ کے پاس آنے والے لوگوں کو آپ کی روحانیت کے باعث دینی اور دنیاوی فیض حاصل ہوتا' آپ کی دعاؤں کی برکت سے کئی مریضوں کو شفا نصیب ہوئی لوگوں کی تنگ دستی عزت خوش حالی میں بدل گئی۔ سب سے پہلے جو غیر مسلم آپ کے ہاتھوں مشرف بہ اسلام ہوا۔ وہ کوئی عام اور معمولی غیر مسلم نہیں تھا' بلکہ ایک ایسا ہندو راجپوت تھا جو لاہور کی غیر مسلم ریاست کا ایک اہم سیاسی اور کلیدی عہدے دار تھا' جب لاہور یعنی پنجاب کی ریاستوں کا غزنی سے الحاق ہوا تو کچھ عرصہ بعد جب شہزادہ مجدد پنجاب کا حاکم بنا تو رائے راجو کو نائب حاکم پنجاب بنایا گیا تھا۔ کچھ عرصہ وہ اس اہم عہدہ پر فائز رہا آخر راج پاٹ گھر بار چھوڑ کر جوگ اختیار کر لیا اور جب استدراج کے مقام پر پہنچا تو رائے راجو جوگی کہلایا۔ لاہور اور اس کے گرد نواح میں اس کا بڑا چرچا تھا اور لوگ اس کو بہت نذر نیاز دیتے تھے۔ جب حضرت علی ہجویری

لاہور پہنچے تو اس کی شہرت اور نذر نیاز میں کمی واقع ہوگئی' جس پر وہ حضرت کے سامنے آکھڑا ہوا۔ اور آپ سے مقابلہ کی ٹھان لی آپ نے بہت پیار و محبت سے سمجھایا کہ میں کوئی شعبدہ گر نہیں ہوں کہ تمہیں کوئی کمال دکھاؤں۔ میں تو اللہ کا ایک عاجز بندہ ہوں اگر تم میں کوئی خوبی ہے' کوئی شعبدہ ہے تو دکھاؤ۔ اس پر جوگی رائے راجو ہوا میں اڑنے لگا' حضرت داتا گنج بخش نے مسکراتے ہوئے اپنی پاپوش مبارک ہوا میں پھینک دی جو جوگی کے سر پر کفش کاری کرتے ہوئے اسے زمین پر لے آئی۔ اس کرامت سے متاثر ہوکر جوگی آپ کے قدموں میں گر گیا۔ اور دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا' آپ نے اسے اپنی بیعت میں لے لیا۔ آپ کی نظر عنایت سے اس کی ظاہری اور باطنی حالت بدل گئی اور آپ نے اس جوگی رائے راجو کو اسلامی نام عبد اللہ اور لقب شیخ ہندی عطا فرمایا۔

مفتی غلام سرور لاہوری نے حدیقتہ الاولیاء میں آپ کی تبلیغ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری نے لاہور میں آکر ہنگامہ فضیلت و مشیخیت گرم کیا۔ دن کو طالب علموں کی تدریس' اور رات کو طالبان حق کو تلقین ہوتی' ہزاروں جاہل ان کے ذریعے سے عالم' ہزاروں کافر مسلمان' ہزاروں گمراہ راست رو ہزاروں دیوانے صاحب عقل و ہوش ہزاروں ناقص کامل اور ہزاروں فاسق نیکو کار بن گئے۔ تمام زمانے نے ان کی غلامی کو اپنا فخر تصور کیا۔ اس وقت لاہور مرجع علماء و فضلاء تھا۔ دور دراز سے لوگ آپ کی خدمت میں آکر فیض یاب ہوتے۔

جسٹس امیر علی رقم طراز ہیں کہ جب حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے تو ہندو اس وقت کے راجہ جے سنگھ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ سید علی ہجویری ایک زبردست سیاسی شخصیت بنتے جارہے ہیں۔ آپ اس کی طرف توجہ دیں' چنانچہ راجہ جے سنگھ نے سلطان مسعود غزنوی سے اس کا ذکر کیا تو اس نے یہ بات سن کر ٹال دی۔ اور کہا کہ آپ ایک برگزیدہ ہستی ہیں' اس کی طرف

سے کسی کو کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی، اس کے کچھ عرصہ بعد مسلمانوں نے بھاٹی دروازے کو ہجویری دروازہ کہنا شروع کردیا، بھٹی راجپوتوں نے اس کا برا منایا اور انہوں نے بھاٹی دروازے کا نام جے سنگھ دروازہ رکھ دیا۔ جب حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے دونوں قوموں کے عمائدین کو بلایا اور کہا کہ نام بدلنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دلوں میں انقلاب نہ آئے، پھر کہا کہ آپ لوگ جو بھی نام رکھیں گے ہمیں منظور ہوگا۔ اگر بھاٹی دروازہ ہی نام رہے تو کیسا ہے۔ راجہ جے سنگھ آپ کے فیصلے اور اخلاق سے بہت متاثر ہوا اور اسلام قبول کرلیا اور عرض کی کہ اس کا نام ہجویری دروازے رکھنے کی اجازت فرمائی جائے۔ مگر آپ نے فرمایا کہ ہجویری کی نسبت بھٹی قوم کا حق اس دروازے پر زیادہ ہے۔ جو یہاں صدیوں سے آباد ہیں، جسٹس امیر علی نے مزید لکھا ہے کہ اس واقعہ کے تقریباً" ایک ماہ کے اندر ساری بھٹی قوم حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔

حضرت علی ہجویری کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آپ کے قدم سے اہل پنجاب اور اہل لاہور کو بالخصوص بہت سے روحانی فیوض نصیب ہوئے اور ہزاروں کی تعداد میں لوگ آپ کے اخلاق حسنہ اور کلام پر تاثیر کی وجہ سے دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔ آپ کی زندگی اور آپ کے پر تاثیر کلام نے وہ کام کیا جو تیر و تفنگ، تیغ و تبر سے ممکن نہ تھا۔ لوگ جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے اور اس مظہر نور خدا عارفوں کے پیر اور کاملوں کے راہنما کی توجہ سے تاریکی سے نور اور جہالت سے علم کی روشنی اور کفر سے اسلام کی لازوال نعمتوں سے مستفید ہوئے۔ اس خطے کی خوش نصیبی تھی کہ آپ جیسے بزرگ کامل کی رہنمائی انہیں حاصل ہوئی۔ آپ کی زندگی میں ہی نہ صرف لوگ آپ سے فیض اٹھاتے رہے، بلکہ آپ کی رحلت کے بعد بھی آپ کے مزار مبارک پر ولی، قطب، ابدال اور قلندر حاضر ہوکر اپنی روحانی منازل طے کرتے رہے۔

آپ اپنی کتاب کشف المحجوب میں اپنے زمانے کے حالات کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "خداوند بزرگ و برتر نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا ہے جب لوگوں نے حرص و ہوس اور لالچ کا نام شریعت، تکبر اور جاہ و ریاست کی طلب کا نام عزت، اور علم ریائے خلق (دنیا سے دھوکا کرنے) کا نام خوف الٰہی، دل میں کینہ چھپائے رکھنے کا نام حلم تحمل، لڑائی جھگڑے کا نام بحث و مباحثہ، طبیعت کے ہذیان کا نام معرفت، نفسانی خواہشوں اور دل کی باتوں کا نام محبت، خدا کے راستے سے بھٹکنے اور بے دین ہونے کا نام فقر، اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان نہ رکھنے کا نام فنا فی اللہ اور ترک شریعت کا نام "طریقت" رکھ لیا ہے۔"

مسجد کی تعمیر

حضرت علی ہجویری جب لاہور میں مستقل قیام پذیر ہوگئے تو انہوں نے سب سے پہلے جس چیز کی ضرورت محسوس کی وہ مسجد تھی۔ کیوں کہ مسجد ہی تبلیغ دین کے لئے بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے اپنے قیام کے تھوڑے عرصے بعد ہی جس جگہ آپ رہتے تھے اس کے قریب ہی اپنے دست مبارک سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ آپ نے اس مسجد کی تعمیر کے لئے کہیں سے روپیہ اکٹھا نہیں کیا سارا پیسہ خود خرچ کیا اور ایک مزدور کی حیثیت سے اس مسجد کی تعمیر میں آپ نے حصہ لیا۔ مسجد ایک بڑے کمرے پر مشتمل تھی اور اس پر لکڑی کی چھت ڈالی گئی۔ شہر لاہور میں یہ پہلی مسجد تھی، جس کی بنیاد حضرت علی ہجویری نے ڈالی ـ اس مسجد کی تعمیر سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ یہ مسجد برصغیر پاک و ہند کی پہلی وسیع مسجد تھی اور غالباً" یہی وجہ ہے کہ اولیائے مشائخ نے اپنے تذکروں میں اس مسجد کو کعبہ پنجاب و ہند کے نام سے یاد کیا ہے۔ داراشکوہ کی کتاب سفینتہ الاولیاء کے مطابق 431 ہجری میں اس مسجد کی تعمیر ہوئی اور صدیوں تک یہ مسجد قائم رہی۔ عالمگیر کے زمانے میں جب دریائے راوی میں

زبردست سیلاب آیا تو شہر میں نشیبی علاقہ کی دیگر عمارتوں کے ساتھ اس مسجد کو بھی بہت نقصان ہوا۔ بعد ازاں چوہدری غلام رسول نے مسجد قدیم کی جائے محراب کو سنگ مرمر کی ایک سل سے قائم رکھتے ہوئے از سر نو مسجد کی تعمیر کرائی۔

درس کا قیام

گذشتہ زمانے میں کوئی مسجد بھی ایسی نہیں بنائی جاتی تھی جہاں درس و تدریس کا کام نہ کیا جاتا ہو۔ مسجد کو بطور درس گاہ کے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ جو مسجد آپ نے نماز کے لئے تعمیر کی تھی اسی مسجد میں آپ نے درس و تدریس اور تبلیغ اسلام کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ فارغ اوقات میں آپ اس مسجد میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دیتے۔ اور اسلام کی بنیادی تعلیمات سے لوگوں کو آگاہ کرتے۔ آپ نے اپنے درس سے بہت سے لوگوں کو دین اسلام کی روشنی بہم پہنچائی۔ اس مسجد کے ساتھ آپنے ایک حجرہ بھی تعمیر کرایا جس میں کہ آپ آرام فرماتے تھے۔ "کشف الاسرار" میں آپ کہتے ہیں کہ " جب میں ہندوستان میں پہنچا اور نواح لاہور کو جنت نظیر پایا تو یہیں بیٹھ گیا۔ اور لڑکوں کو پڑھانا شروع کیا لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ اس طرح سے حکومت کی بو دماغ میں پیدا ہو رہی ہے تو میں نے لوگوں کو درس دینا چھوڑ دیا اور پھر اس کا نام نہ لیا۔ معلمی چھوڑنے کے بارے میں ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے جو کتابوں کے حوالے سے نہیں بلکہ سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی لوگوں کے حوالے سے پہنچی ہے کہ دو طالب علم تھے آپ نے خفا ہو کر ان کی طرف غصے اور جلال سے دیکھا۔ وہ وہیں ختم ہو گئے' اس واقعہ کے بعد آپ نے درس کا سلسلہ ختم کر دیا۔

لقب گنج بخش

حضرت داتا گنج بخش کے مرتبے ان کی جلالت اور شان کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کے مزار پر چلہ کشی کی اور ہندوستان روانگی کے لئے آپ سے اجازت طلب کی تو آپ حضرت کی پائینتی کی طرف کھڑے تھے۔ آپ کی زبان مبارک پر یہ شعر آگیا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل، کاملاں را رہنما

اسی وقت سے آپ گنج بخش کے لقب سے مشہور ہوگئے، گنج بخش کے معنی ہیں "خزانے بخشنے والا" لیکن تذکرہ نویسوں نے اس بات سے اختلاف کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ گنج بخش کا لفظ بطور لقب ہے حضرت معین الدین چشتی کے آپ کے مزار پر آنے سے پہلے ہی شہرت پاچکا تھا۔ ان کی رائے میں یہ شعر کسی معمولی اور غیر معروف شاعر کا ہے۔ ایک گروہ اس بات پر بھی اختلاف کرتا ہے کہ خزانے بخشنے والا صرف اللہ کی صفت ہے، اس کے بندے کی نہیں، اس طرح دیگر صفات جو اس شعر میں بیان کی گئی ہیں ان صفات کا خدا کی ذات کے علاوہ کسی اور سے منسوب کرنا شرک ہے۔

حضرت علی ہجویری اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں اپنے آپ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں "اے علی! تجھے خلقت گنج بخش کہتی ہے اور (عجب لطف ہے کہ) تو ایک دانہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتا اس بات کا کہ (مخلوق تجھے گنج بخش کہتی ہے) کبھی خیال تک بھی نہ لاورنہ محض دعوے اور غرور ہوگا گنج بخش یعنی خزانے بخشنے پر قادر تو صرف اسی کی ایک ذات ہے۔ جو بے چوں و بے چگون اور بے شک و شبہ مالک الملک ہے۔ اس کے ساتھ شرک نہ کر بیٹھنا ورنہ زندگی تباہ ہوجائے گی۔ بے شک وہی اکیلا خدا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔"

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی فیض رسانی سے متاثر ہوکر لوگوں نے جو آپ کے

گرویدہ ہو گئے تھے۔ آپ کو "گنج بخش" کہنا شروع کر دیا۔ کیوں کہ جو انہوں نے مانگا جو چاہا سو پایا۔ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے وفور محبت اور جذبات کے عالم میں یہ شعر پڑھا اور مشہور ہو گیا۔ گنج بخش کا لقب آپ کو زیبا ہے کیوں کہ آپ نے پوری زندگی علم و عرفان کا جو خزانہ لوگوں میں تقسیم کیا ہے وہ ناقابل بیان ہے اور آپ کی طبعیت میں سخاوت اور فیاضی کا جذبہ غیر معمولی تھا۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر' حضرت میاں میر قادری' حضرت شاہ محمد غوث قادری لاہوری' حضرت سید خواجہ معین الدین چشتی اجمیری جیسے جلیل القدر بزرگوں نے آپ کے مزار مبارک پر معتکف ہو کر منازل سلوک و معرفت الٰہی کو حاصل کیا۔ داراشکوہ نے اپنی تصنیف سفینتہ اولیاء میں لکھا ہے کہ جو شخص چالیس جمعرات کو بلا ناغہ مزار داتا پر حاضری دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی ہر حاجت پوری فرماتا ہے۔ وصال کے بعد اولیاء کرام کے فیض و برکت کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے' یہ بات کتاب و سنت سے درست تسلیم کی جاتی ہے۔

حضرت علی ہجویری نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں شیخ حسام الدین لاہوری کا ذکر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ میں نے شیخ حسام الدین لاہوری سے سنا ہے کہ اگر کوئی شخص ماں باپ کی قبر کو سجدہ کرے تو کافر نہیں ہوتا اور اگر کسی مشکل وقت میں ماں باپ کی قبر پر دعا مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کی مشکل کشائی فرماتا ہے۔ شیخ حسام الدین کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ "وہ ایک نیک طبعیت بزرگ تھا جس نے 78 برس عمر پائی تھی۔ آپ جب حالت نزاع میں شیخ کے پاس پہنچے تو شیخ نے کہا میری جان! میرے خاتمہ بالخیر کی دعا کر۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے اس کی آخری سانس میں اس کے منہ پر کان دھرا تو وہ کہہ رہا تھا" **اللھم انت ربی وانا عبدک** (الٰہی تو میرا رب ہے اور میں تیرا بندہ ہوں) جب حضرت نے شیخ سے کہا کہ میرے لئے بھی کچھ دعا کیجئے تو فرمایا اے علی ہجویری! کسی کو رنجیدہ نہ کر' کوشش کرتے رہو کہ ہر کوئی تجھ سے خوش

رہے۔ جہاں تک ہو سکے احسان کر، مگر باین ہمہ کسی کو اپنا دوست نہ سمجھ اور اپنے علم کو برباد نہ کر۔ مال اور اولاد کو فتنہ سمجھتا رہ۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے "مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں، میری طرف دیکھو اب میری جانکنی کا وقت ہے۔ کوئی بیٹا اور کوئی رشتہ دار اس وقت میری مدد نہیں کر سکتا۔ جو کچھ میں نے کیا ہے وہی میرے سامنے ہے اور وہی میرے آگے آئے گا۔"

حضرت کے روحانی مدارج

کشف المحجوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے دو مرتبہ حضرت محمد ﷺ کی زیارت فرمائی۔ لکھتے ہیں کہ "میں علی بن عثمان جلابی ہوں۔ حضرت رسول اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کہ اپنے حواس خمسہ کو قید میں رکھنا ہی مکمل ترین مجاہدہ ہے۔ اس لئے کہ تمام علوم کا حصول انہی پانچوں دروازوں سے ہوتا ہے۔ یعنی دیکھنا، سننا، چکھنا، سونگھنا اور چھونا وہ پانچ حواس ہیں جو علم اور عقل کے قافلہ کے سالار ہیں۔ ایک اور خواب کا ذکر کیا جس سے حضرت امام ابو حنیفہ کے بلند مقام کا اظہار ہوتا ہے آپ نے اپنا خواب بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ملک شام میں موذن رسول حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے مزار پر سو رہا تھا۔ خواب میں دیکھا کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں اور حضرت محمد ﷺ ایک بزرگ کو بچوں کی طرح شفقت سے اپنی بغل میں لئے باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لا رہے ہیں۔ میں دوڑا اور حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پاؤں چومے۔ حیران تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں اور یہ کیا صورت ہے۔ آپ نور باطن سے میرے دل کی کیفیت کو جان گئے۔ اور فرمایا تیرا امام ہے، اور تیرے ہی علاقے کا رہنے والا ہے، مجھے اپنے علاقے کے اعزاز پر بڑی خوشی ہوئی۔ آپ کے اس خواب سے حضرت امام اعظم یعنی ابو حنیفہ کی شان ظاہر ہوتی ہے۔

کرامات

معجزے اور کرامت میں بڑا فرق ہے' معجزہ وہ ہوتا ہے جو ظاہر کیا جاسکتا ہے اور یہ نبیوں کی صفت ہے۔ کرامت وہ ہے کہ اسے جہاں تک ہوسکے ظاہر نہ کیا جائے۔ اور یہ ولیوں کی صفت ہے۔ حضرت داتا گنج بخش اثبات کرامت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ ولی سے ہر کرامت کا ظہور جائز ہے' کیوں کہ وہ اس کی سچائی کی علامت ہے اور ولی کی کرامت نبی کی نبوت کا ثبوت ہے اور مومن کے لئے بھی ولی کی کرامت نبی کی روایت اور سچائی پر زیادہ اعتماد پیدا کرتی ہے' لیکن شرط یہ ہے کہ کرامت کا ظہور تکلف اور رعونت سے نہ ہو۔

ولایت اور کرامت خدا تعالی کی بخشی ہوئی عنایت ہے' نہ تو اسے محنت سے حاصل کیا جاسکتا ہے اور نہ چلہ کشی سے۔ یہ کسی ایسے شخص سے بھی ظاہر ہوسکتی ہے جو اسلام کی نعمت سے خالی ہو۔

کشف المحجوب میں آپ لکھتے ہیں کہ "ایک مرتبہ آپ شیخ ابو سعید کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سفید کبوتر آیا اور غلاف کے نیچے جو قبر پر ڈالا گیا تھا چلا گیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سمجھا شاید کسی نے اڑایا ہے جب غلاف الٹ کر دیکھا تو کچھ بھی نہ تھا دوسرے اور تیسرے دن بھی یہی حیرت انگیز واقعہ ہوا۔ رات کو شیخ خواب میں ملے میں نے ان سے اس واقعہ کا ذکر کیا فرمایا یہ کبوتر میرے معاملے کی مثال ہے اور ہر روز میری قبر پر میری ہم نشینی کے لئے آتا ہے۔ ولیوں کی کرامتوں کے متعلق آپ نے اپنے چشم دید واقعات کا تذکرہ اپنی کتاب میں کیا ہے۔ اس سے پہلے شیخ ابو القاسم گرگانی کا ستون سے ہم کلام ہونے کا واقعہ اور فرغانہ میں باب عمر کے پاس فاطمہ نامی ضعیف خاتون کا بے موسم کے پھلوں کے لانے کے واقعہ کا ذکر پہلے ہوچکا ہے۔ یہ

کرامات تو وہ ہیں جن کا آپ نے مشاہدہ کیا۔ مگر جو کرامات آپ سے ظہور پذیر ہوئیں وہ مختلف تذکروں کے ذریعے ہم تک پہنچی ہیں۔

محراب سے کعبہ نظر آنے کا واقعہ

اللہ کے ولی جہاں بھی قیام پذیر ہوئے انہوں نے وہاں سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی۔ کیوں کہ اسلامی معاشرت میں مسجد کی حیثیت بنیادی ہے۔ اس لئے حضرت علی ہجویری جب لاہور آگئے اور ان کے قیام کو کچھ عرصہ گزر گیا تو انہوں نے سوچا کہ یہاں مسجد بنائی جائے۔ تا کہ لوگ اسلام قبول کریں انہیں اسلام کی بنیادی عبادت کے طریقے سکھائے جائیں اور نماز کی تربیت کی جائے۔ جس کے لئے مسجد کی تعمیر بہت ضروری تھی۔ چنانچہ آپ نے اس ضرورت کے تحت اپنے عقیدت مندوں میں مسجد بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ چند ساتھیوں نے تعاون کا اظہار کیا۔ چنانچہ ایک روز مسجد کی تعمیر کے لئے تعمیراتی سامان اکٹھا کر کے مسجد کی بنیاد رکھ دی۔ آہستہ آہستہ مسجد کی تعمیر شروع ہوگئی۔ کچھ دنوں کے بعد مسجد مکمل ہوگئی۔ ادھر ادھر کے لوگوں نے آکر دیکھا کہ مسجد تو بن گئی ہے' لیکن اس کے محراب کا رخ کعبتہ اللہ کی سمت بالکل سیدھا نہیں ہے' بلکہ کچھ جنوب کی طرف جھکاؤ ہے۔ اس زمانے میں قطب نما تو نہیں تھے۔ جس سے سیدھی اور صحیح سمت کا اندازہ لگایا جاسکتا۔ اس لئے کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت علی ہجویری کی مسجد کا محراب قبلہ رخ نہیں تھوڑا سا ٹیڑھا ہے۔ آپ نے لوگوں کا یہ اعتراض سن لیا اور جب مسجد مکمل ہوگئی تو آپ نے لوگوں کو مدعو کیا کہ آؤ آج سب مل کر اس مسجد میں نماز ادا کریں۔ نماز کا وقت ہوا' اذان ہوئی اور اس کے بعد جماعت کھڑی ہوگئی۔ آپ نے خود امامت فرمائی' جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے لوگوں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ کچھ لوگ کہتے تھے کہ یہ مسجد قبلہ رخ نہیں۔ آؤ دیکھیں کہ قبلہ کی طرف ہے' لوگوں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مسجد سے کعبتہ اللہ نظر آنے لگا"

کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے مسجد سے لے کر کعبتہ اللہ تک تمام حجابات اٹھا لئے تھے۔ سب لوگ اس بات پر حیرت زدہ ہوئے کہ یہ اللہ کا کتنا عظیم اور باکمال ولی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اعتراض کو خود اس سے کس طرح دور کردیا۔ اعتراض کرنے والے بہت شرمندہ ہوئے' آپ سے معذرت کی آپ نے فرمایا اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس کرامت کا ذکر سفینتہ الاولیاء میں بھی ہے۔ اور یہ کرامت اس دور میں بہت مشہور ہوئی۔

ہندوؤں کا مسلمان ہونا

کشف المحجوب حضرت داتا گنج بخش میں لکھا ہے کہ حضرت سید علی ہجویری ایک مرتبہ شہر کے اس طرف گئے' جہاں راستے میں ہندوؤں کے مندر تھے۔ یہ علاقہ آج کل رنگ محل کے قریب پانی والا تالاب کے نام سے معروف ہے۔ اس زمانے میں یہاں راوی مندر تھا جہاں ہندو بتوں کی پوجا میں مصروف رہتے تھے۔ آپ نے مندر کے قریب جاکر دیکھا کہ ایک ہندو ایک بت کے سامنے کھڑا ہے اور اس کے ہاتھ میں گندم کے آٹے کی روٹی سے بنی ہوئی چوری ہے۔ آپ اندر داخل ہوگئے اور بت کو مخاطب کرکے کہا اللہ کے حکم سے چوری کھاؤ' تو وہ بت چوری کھانے لگا۔ کچھ اور ہندو بھی وہاں موجود تھے اور ان کا پجاری بھی تھا۔ اسے دل میں افسوس ہوا کہ ہم سے ایسے واقعات نہیں ہوتے اسے اپنی توہین محسوس ہوئی اور اس نے چوری والے ہندو سے کہا کہ تمہارے اس طرح کرنے سے دیوتا تم سے ناراض ہوگئے ہیں۔ لہٰذا آج سے ہمارا تمہارا ناطہ ختم ہوگیا' وہ پروہت ہندو سے ناراض ہوگیا۔ کچھ روز کے بعد وہ چوری والا ہندو حضرت داتا گنج بخش کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ حضرت لوگ اس روز کے واقعہ سے انکار کررہے ہیں۔ کوئی میری بات کو سچ نہیں مانتا۔ آپ نے

فرمایا اپنے رشتے داروں اور عزیزوں کو اکٹھا کر کے لاؤ اور اللہ کی طاقت دیکھو- سب لوگ جمع ہو گئے آپ نے پھر بت کو حکم دیا کہ چوری کھاؤ تو وہ چوری کھانے لگا- ہندو لوگ یہ واقعہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے- آپ نے فرمایا اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے تم ان بے جان بتوں کی پرستش سے باز آجاؤ' توبہ کرو اور اللہ کے دین کی طرف آؤ- آپ کی اس کرامت سے بے شمار ہندو مسلمان ہو گئے- یہ واقعہ پہلے لوگوں میں سینہ بہ سینہ چلا آرہا تھا' لیکن اب مختلف تذکروں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے- (واللہ علم بالصواب)

دودھ میں برکت

روایت ہے کہ ایک روز سید علی ہجویری اپنی قیام گاہ پر تشریف فرما تھے اور یاد الٰہی میں مصروف تھے کہ ایک بوڑھی عورت کا گزر ادھر سے ہوا۔ جس کے سر پر دودھ سے بھرا ہوا مٹکا تھا- آپ نے اس عورت سے کہا کہ تم اس دودھ کی قیمت لے کر دودھ دے دو- اس عورت نے جواب دیا کہ یہ دودھ آپ کو نہیں دے سکتی' کیوں کہ یہ دودھ رائے راجو کو دیتی ہے' اگر نہ دیں تو اس کے اثر سے بھینسوں کے تھنوں سے دودھ کی جگہ خون نکلنے لگتا ہے- آپ نے عورت کی یہ بات سن کر کہا کہ اگر تم یہ دودھ ہمیں دے جاؤ' تو اللہ کی رحمت اور فضل سے تو تمہاری بھینس پہلے سے بھی زیادہ دودھ دے گی اور تم ہر قسم کی آفت سے بھی محفوظ رہو گی- آپ کی یہ باتیں سن کر وہ عورت رضامند ہو گئی' چنانچہ اس نے دودھ آپ کو دے دیا- اور واپس لوٹ گئی شام کو جب اس نے اپنے جانوروں کو دوہا تو انہوں نے روز کی نسبت زیادہ دودھ دیا یہاں تک کہ اس کے گھر کے سب برتن بھر گئے- اللہ تعالیٰ نے ان کے دودھ میں برکت ڈال دی-

یہ خبر جلد ہی لاہور کے قرب و جوار میں پھیل گئی' کہ لاہور کے باہر اللہ کا ایک فقیر ہے اس کو دودھ دیں تو دودھ اللہ کی برکت سے بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ دودھ میں برکت کی خاطر لوگ آپ کے پاس دودھ لانے لگے' آپ اپنی ضرورت کا دودھ لے کر باقی دودھ لوگوں میں تقسیم کردیتے۔ اور جب یہ لوگ گھروں میں اپنے جانوروں کا دودھ دوہتے تو وہ دودھ پہلے کی نسبت زیادہ ہوتا۔ آپ کی اس کرامت کو دیکھ کر لوگوں نے رائے راجو کو دودھ دینا بند کردیا اور اس کے خلاف ہوگئے۔ رائے راجو کو جب اصل حقیقت کا علم ہوا کہ اب اس فقیر کی دعا سے اس کا جادو اب بھینسوں کے تھنوں پر نہیں چلتا تو اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس جادو کو تیز کرکے فقیر کو یہاں سے بھگا دیا جائے۔ جس کے پاس لوگ دودھ کا تحفہ لے کر جاتے ہیں' مگر وہ نہیں جانتا تھا کہ اللہ کے فقیروں کے ساتھ خدا کی مدد شامل حال رہتی ہے۔

چنانچہ انتقامی جذبے کے تحت وہ آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ نے ہمارا دودھ تو بند کرادیا اب ہمارے ساتھ مقابلہ کرو اور پھر وہی واقعہ جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے کہ رائے راجو نے زبان میں کچھ پڑھا اور ہوا میں اڑنے لگا اور خدا کے فضل سے آپ کی جوتیاں ہوا میں بلند ہوکر اس کے سر پر پڑنے لگیں تو وہ زمین پر اتر آیا۔ آخر وہ حضرت کے قدموں میں گر گیا اور مسلمان ہوگیا۔ اس کے پاس سفلی علم تھا جس کی بناء پر اس نے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ مگر اس کا سارا علم اللہ کے ایک ولی کامل کے سامنے ہیچ ہوگیا اور وہ بے بس ہوگیا لیکن یہی بے بسی اس کا مقدر جگا گئی اور وہ سلوک کی منزل پر گامزن ہوگیا اور شیخ ہندی بن گیا۔

دین اسلام کی سربلندی کا واقعہ

حضرت داتا گنج بخش نے جب لاہور میں دین اسلام کی تبلیغ کا فریضہ انجام دینا

شروع کیا تو اس وقت ہندو مذہب عروج پر تھا۔ وہ بت پرستی کرتے اور کلمہ حق سننے کے لئے تیار نہیں تھے، مگر آپ کیوں کہ شمع واحدانیت کو روشن کرنے کا فریضہ انجام دینے کے لئے یہاں آئے تھے، چنانچہ غیر مسلموں میں جہاں بھی آپ کو موقعہ ملتا دعوت حق دیتے، انہیں توحید و رسالت کا درس سناتے اور ان کے صاحب ایمان ہونے کی دعا فرماتے۔ آہستہ آہستہ لوگ دعوت حق کی طرف مائل ہونے لگے اور اسلام قبول کرنے لگے۔ لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا اور قرب و جوار میں اس بات کا چرچا ہوگیا، لاہور میں اللہ کا ایک ولی اسلام کی تبلیغ کرتا ہے یہ کرامت "مقامات اولیاء" کتاب میں درج ہے۔

آپ کی سرگرمیوں کی اطلاع لاہور کے حاکم کو بھی ہوگئی، جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے ہیں تو وہ سخت طیش میں آگیا۔ فوری طور پر سپاہیوں کو بلا کر حکم دیا کہ فوراً" ہی اس فقیر کے تبلیغی سلسلے کو ختم کرو، اور اسے شہر سے باہر نکال دو۔

رات ہوئی تو سپاہیوں کا ایک دستہ حضرت کی قیام گاہ پر آگیا آتے ہی انہوں نے صورت حال کا جائزہ لیا دیکھا کہ ایک درویش اپنی جھونپڑی میں یاد الٰہی میں مصروف ہے انہوں نے کہا کہ ہمیں لاہور کے حاکم نے بھیجا ہے کہ آپ کو یہاں سے نکال دیا جائے کیوں کہ آپکی تبلیغ سے ہندو مذہب کو بہت نقصان ہو رہا ہے ہم برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارا مذہب ختم ہو جائے آپ نے فرمایا کہ میں تو اللہ کی واحدنیت اور اس کی توحید کا پیغام لوگوں تک پہنچاتا ہوں تاکہ ان کی عاقبت سنور جائے انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ آپ کا مقصد کیا ہے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ آپ یہاں سے چلے جائیں آپ نے کہا میں یہاں خدا کے حکم سے آیا ہوں اور اب میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو اللہ میرا مدد گار رہے گا حاکم کے سپاہی تشدد پر اتر آئے اور انہوں نے آپکی جھونپڑی کو آگ لگانے کی کوشش کی مگر اسے آگ نہ لگی آخر سوچنے لگے کہ یقیناً یہ کوئی خدا کا فقیر ہے

ہم اس سے زیادتی کر کے خدا کو ناراض کیوں کریں واپس لوٹ گئے اور حاکم کو تمام واقعہ سنایا اس نے تمام بات سن کر سپاہیوں کو ڈانٹا اور کہا کہ تمہیں فقیر کو ہر صورت شہر سے نکال دینا چاہیے تھا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی روز حاکم کے محل میں آگ لگ گئی اور آگ بے قابو ہو گئی اور بجھنے میں نہیں آ رہی تھی اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کل رات اس نے فقیر کی جھونپڑی کو آگ لگوانا چاہی تھی انہی کی سزا کے طور پر شاید میرا محل جلا ہے اس خوف سے اس کا دل بیدار ہو گیا وہ خود آپ کی قیام گاہ پر آیا اور معافی مانگی آپ نے اسے معاف فرما دیا جونہی آپ نے اسے معاف کیا محل کی لگی آگ خود بخود ختم ہو گئی آخر وہ آپکی روحانی طاقت سے متاثر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔

طاعون کی بیماری سے شفایابی

روایت ہے کہ سنہ 1918ء میں جب لاہور میں طاعون کی وبا پھیلی تو ہزارون انسان اس بیماری سے لقمہ اجل بن گئے لاہور کے ایک امیر آدمی امیر رائے بہادر رام سرن داس کے تینوں بیٹے بھی اس بیماری کا شکار ہو گئے رائے بہادر کو بہت پریشانی ہوئی اس نے کرنل بھولاناتھ، کرنل امیر چند، اور کرنل سدرلینڈ(یہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پوتی مجیا سنگھ کے شوہر اور کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج کے پرنسپل تھے) جیسے مشہور اور قابل ڈاکٹروں سے علاج کرایا مگر کوئی افاقہ نہیں ہوا بہت سے لوگ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر لال کوٹھی جاتے اور خدا سے ان کی صحت یابی کی دعا کرتے رائے بہادر خود اس واقعہ کو اس طرح سناتے ہیں کہ ”ایک شب میں اور تمام اہل خانہ سوئے ہوئے تھے کہ کپکپاہٹ سی محسوس ہوئی اور میری نیند کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سفید ریش بزرگ براق لباس پہنے ایک ہاتھ میں عصا اور دوسرے میں تسبیح لئے میرے فرزند گوپال داس کی چارپائی کے پاس کھڑے کچھ پڑھ رہے ہیں اس اجنبی کو دیکھ کر میں

پریشان ہو گیا اور پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ مگر انھوں نے کچھ جواب نہ دیا اور برابر پڑھتے رہے پھر وہ بزرگ میرے دوسرے فرزند روپ رام کی چارپائی کے پاس گئے اور وہاں بھی دعا مانگی اور پھر تیسرے بیٹے کی چارپائی کے قریب جا کر بھی دعا کی اس کے بعد وہ بزرگ مجھ سے فرمانے لگے میں تمہارا ہمسایہ گنج بخش ہوں مجھ سے تمھاری پریشانی اور بے کلی دیکھی نہ گئی اس لئے میں دعا کے لئے فوراً آگیا ہوں اب گھبرانے کی ضرورت نہیں خداوند کریم ان کو شفا عطا کر دے گا"

اس واقعہ کے بعد جب بیماروں کو مکمل صحت یابی اور شفا ہو گئی تو رائے بہادر نے حضرت داتا صاحب کے سجادہ نشین غلام حیدر، میاں علم دین' میاں غلام محمد کے پاس حاضر ہو کر تمام واقعہ سنایا اور کہا کہ میں حضرت کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں اس کی کی صورت کیا ہو سکتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ ہر سال آپ کے عرس پر تو انتظام ہوتا ہی ہے اس لئے ایسا کام کیجئے جو مستقل فیض کی صورت ہو اس پر رائے بہادر نے دربار میں بجلی کا مکمل انتظام اپنے خرچ پر کروایا اور سارا کام ایک ماہ کے اندر مکمل کروایا اور جب سارا کام مکمل ہو گیاتو خود دربار جا کر نذر پیش کی اور بجلی کی روشنی کا افتتاح کیا۔

اخلاق و عادات

حضرت داتا گنج بخش اخلاق حمیدہ کا اعلیٰ نمونہ تھے' آپ کی زندگی آنحضرت ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہونے کا مکمل نمونہ تھی۔ آپ نے ہر حال میں آنحضرت ﷺ کی ہی اتباع میں زندگی گزاری اور آپ کی شخصیت میں وہ تمام اوصاف اور خوبیاں موجود تھیں جو ایک باعمل صوفی' باشرح' متقی اور پرہیز گار انسان میں ہونی چاہئیں۔ یہ آپ کے اخلاق حسنہ کا نتیجہ تھا کہ لوگ جوق در جوق حلقہ اسلام میں داخل ہونے

لگے۔

انداز تکلم

آپ کی گفتگو کی نرمی اور حلاوت کا اندازہ اس حکایت سے جو آپ نے کشف المحجوب میں فرمائی ہے لگایا جاسکتا ہے آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے ماورا لنہر کے ایک ملامتی سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ صحبت میں کشادگی اور .سط کی کیفیت پیدا ہوئی تو میں نے اسے کہا بھائی ان بے ہودہ افعال سے آخر تمہارا مقصد کیا ہے۔ اس نے کہا مخلوق کو اپنے سے دور رکھنا میں نے کہا مخلوق بے شمار ہے' اور تمہاری عمر اور زبان محدود تو مخلوق سے اپنا دامن نہیں چھڑا سکے گا۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ خود اسے چھوڑ دے تاکہ اس تکلف سے بچ جائے۔ آپ ہر کسی سے اچھی بات کہتے۔ آپ کے سمجھانے کا انداز بہت دلنشین اور ہمدردانہ ہوتا یہ آپ کی شیریں بیانی ہی تھی کہ جو بھی آپ کے نزدیک آتا' آپ کی باتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ یہ آپ کی خوش کلامی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے لاہور کے 34 سالہ قیام کے دوران ہندو مسلمان ہوتے رہے' اور آپ کے درس کو لوگ بہت شوق سے سنتے۔

عفوو درگزر

حضرت علی ہجویری فرماتے ہیں کہ میں اپنے سفر میں کسی بات سے اس قدر رنجیدہ نہیں ہوتا تھا جتنا اس بات سے زیر بار ہوتا کہ جاہل خدمت گزار اور کم عقل مقیم مجھے اپنے ساتھ لے لیتے اور اس خواجہ کے گھر' اس دہقان کے گھر لئے پھرتے' میرا دل اس سے نفرت کرتا مگر ظاہر میں درگزر سے کام لیتا' مقیم حضرات جو بے راہ

روی میرے ساتھ اختیار کرتے رہے ہیں، میں نے دل میں عہد کرلیا تھا کہ اگر کسی وقت میں مقیم ہوگیا تو مسافروں سے یہ سلوک ہرگز نہیں کروں گا، بے ادبوں کی محبت میں اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ ان کے برتاؤ میں انسان کو جو چیز اچھی نہ لگے انسان اس سے پرہیز کے قابل ہوجاتا ہے؟ اگر کوئی درویش ہوکر چند دن ٹھہرے اور دنیوی ضروریات کی خواہش کرے تو مقیم کے لئے اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ اس کی ضروریات فوراً" پوری کرے۔ اگر یہ مسافر خالی بے ہمت دعوے دار ہے تو مقیم کو بے ہمتی کرنا اور اس کی ناممکن ضروریات پوری کرنا ضروری نہیں۔ اس کے لئے یہ دنیا چھوڑنے والوں کا راستہ ہے، اگر وہ دنیا کا طالب ہے تو بازاروں میں جاکر خرید و فروخت کرے یا کسی بادشاہ کے ہاں دریوزہ گری کرے، اسے دنیا سے آزاد لوگوں سے کیا واسطہ۔

عفو و درگزر بھی حضرت داتا گنج بخش کی شخصیت کا ایک پہلو تھا۔ وہ لوگ جو راہ حق اختیار کرتے ہیں بہت سے لوگ ان کی جان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش نے بھی جب تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو لوگوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر آپ نے ہمیشہ درگزر سے کام لیا، جس کی وجہ سے دشمن بھی آپ کے دوست اور گرویدہ بن گئے۔

خودداری

آپ کی طبیعت کا نمایاں جوہر خود داری کا وصف ہے۔ آپ اپنے ذاتی معاملات میں عزت نفس اور خود داری کے قائل تھے۔ خود داری کا جذبہ اطاعت الٰہی سے پیدا ہوتا ہے۔ آپ بھی اللہ کے خاص اور برگزیدہ بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ نے آپ کی طبعیت میں خود داری کا وصف بھر دیا تھا۔ خود دار انسان کبھی کسی کے

سامنے دست سوال دراز نہیں کرتا۔ کسی سے کچھ نہیں مانگتا۔ اپنی ضروریات خود پوری کرتا ہے۔ اس لئے آپ نے بھی کبھی کسی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلایا، خدا تعالیٰ نے اپنی رحمتوں اور عنایتوں سے ان کی ضروریات خود پوری فرمائیں۔

حضرت علی ہجویری اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں کہ درویش کو چاہیے کہ کسی دنیا دار کے بلانے پر نہ جائے، اس کی دعوت قبول نہ کرے، اس سے کوئی چیز طلب نہ کرے، یہ اہل طریقت کی توہین ہے، اس لئے کہ دنیا دار درویشوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان دنیا داری ساز و سامان کی کثرت سے دنیا دار نہیں بن جاتا اور اس کی قلت اور کمی سے درویش نہیں بن جاتا جو شخص فقر کو غنا پر ترجیح دیتا ہے وہ دنیا دار نہیں ہے۔ اگرچہ بادشاہ کیوں نہ ہو، اور جو فقر کی فضیلت کا منکر ہے وہ دنیا دار ہے۔ اگرچہ وہ (مفلسی کی وجہ سے) مجبور کیوں نہ ہو۔ دعوت میں جائے تو کسی چیز کے کھانے یا نہ کھانے میں تکلف نہ کرے، وقت پر جو کچھ دستیاب ہو اس پر اکتفا کرے، اگر صاحب دعوت محرم (ہم جنس، بے تکلف) ہو تو شادی شدہ شخص کھانا گھر سے لے جاسکتا ہے۔ اگر وہ نامحرم ہو تو اس کے گھر جانا صحیح نہیں، کسی بھی حال میں (بچا ہوا) کھانا گھر لے جانا پسندیدہ بات نہیں۔

ایثار و قربانی

حضرت داتا گنج بخش نے "کشف الاسرار" میں فرمایا ہے کہ "اے غافل! دکھ نہ میں اور خودی چھوڑ دے مرد راہ بن اور دوسرے کا حق نہ مار۔ دولت دنیا کو عذاب سمجھ اور اسے غریبوں میں لٹا دے اگر نہ مٹایا تو یہ دنیا قبر میں کیڑے بن کر تجھے کھائے گی۔ اور لٹا دیا تو تیری دوست بن جائے گی، تیرے ہاتھ پاؤں تیرے دشمن ہیں، جب تو

مر جائے گا تو تیرے پاؤں، آنکھیں، ہاتھ، گواہی دیں گے کہ بری جگہ گئے تھے، بری نگاہ ڈالی تھی، دوسرے کی چیز اٹھائی تھی، پس کسی کی چیز کی خواہش نہ کر، گناہوں پر دن رات توبہ کر، استاد کے حق کا خیال رکھ، مخلوق خدا پر رحم کر، لقمہ حرام مت کھا، بے عزتی کی جگہ قدم نہ رکھ، اور عزت کرنے والے کے پاس بیٹھ۔"

ایثار کے بارے میں آپ نے اپنے خیالات کا اظہار کشف المحجوب میں بھی کیا ہے۔ آپ کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جس پر خود عمل نہ کرتے ہوں۔ آپ ایثار کے پابند تھے، ابتدائی عمر میں ہی آپ نے اپنے نفس کو آرام اور راحت اور آسائش سے ہٹا کر علم کے حصول کے لئے لگا دیا پھر اس کے بعد، جنگلوں، صحراؤں، بیابانوں اور مختلف ممالک میں تحصیل علم اور بزرگان دین کی زیارت کے لئے گھومتے رہے اور لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے، شادی دونوں مرتبہ والدین کے اصرار پر ہوئی، اس کے بعد پھر نہیں کی، کیونکہ یہ بات آپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں رکاوٹ بن سکتی تھی۔

سخاوت و فیاضی

آپ دریا دل تھے، گنج بخش تھے، جو ہوتا خدا کے راستے میں خرچ کر دیتے، اس کے بندوں کو دے دیتے، اپنے پاس کچھ بھی نہ رکھتے۔ کسی کو دینے سے کبھی تامل نہیں کیا۔ ان کا نظریہ تھا کہ مال ملنے پر اپنی ضرورت کے مطابق ضرورت پوری کرو اور باقی کو لوگوں میں تقسیم کردو۔ آپ نے لوگوں کو بے حساب دیا، لیکن کبھی اشارتاً بھی اس احسان کو جتلایا نہیں۔ اور نہ ہی اس احسان کے بدلے میں کوئی خدمت لینے کی کوشش کی۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ سخاوت میں بے اعتدال ہو گئے اور پھر ایک بزرگ کی نصیحت کے بعد آپ نے اعتدال اور توازن کی راہ اختیار کی۔

انکساری

حضرت علی ہجویری کی خدمت میں جو بھی حاضر ہوتا آپ اس کے ساتھ نہایت عاجزی اور انکساری سے پیش آتے۔ اپنا تمام کام خود کرتے کسی کا احسان لینا پسند نہیں تھا۔ آپ کے دروازے ہر خاص و عام کے لئے کھلے رہتے۔ آپ اپنے کپڑوں پر خود ہی پیوند لگالیتے۔ اللہ کے ولی اللہ اپنے عجز سے ہی پہچانے جاتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ اور اس کے فرمان کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارتے ہیں۔ آپ نے عاجزی کے بارے میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے کہ "درویش کو چاہئے کہ بے دردی کے عالم میں مراقبہ کی شکل میں سر جھکا کر چلے۔ اپنے سامنے کے سوا ادھر ادھر نہ دیکھے۔ اگر کوئی شخص سامنے آجائے تو اپنے آپ کو اس سے بچانے کے لئے کپڑے نہ سمیٹے، کیون کہ تمام مسلمان اور ان کے کپڑے پاک ہیں۔ یہ بات خود بینی اور رعونت پر دلالت کرتی ہے۔ البتہ اگر سامنے آجانے والا شخص کافر ہے اور اس کے جسم پر نجاست ظاہر نظر آرہی ہے تو اپنے آپ کو اس سے بچانا جائز ہے، جماعت کے ساتھ چل رہا ہو تو آگے بڑھ کر چلنے کی کوشش نہ کرے، اس لئے کہ زیادتی کی خواہش تکبر کی نشانی ہے اس طرح پیچھے پیچھے بھی نہ چلے اس میں تواضع کی زیادتی کا مظاہرہ ہے اور تواضع کا احساس خود تکبر ہے۔ دن کے وقت چپل اور جوتے نجاست سے محفوظ رکھے، اگر کسی جماعت یا ایک درویش کے ساتھ ہم سفر ہو تو راستہ میں کسی اور سے بات کرنے کے لئے نہ ٹھہرے۔ اپنے ساتھیوں کو انتظار نہ کرائے، درمیانی چال چلے، جلدی نہ کرے، کہ یہ حریص لوگوں کی روش ہے، بہت زیادہ آہستہ بھی نہ چلے کہ یہ متکبر لوگوں کی چال ہے، زمین پر پورا قدم رکھے، مختصر یہ کہ طالب راہ کی چال ایسی ہو کہ اگر کوئی اس سے پوچھے کہ کہاں جارہے ہو تو وہ یقین سے کہہ سکے انی ذاھب الی ربی اگر اس کی چال

ایسی نہیں ہے تو یہ چلنا درویش کے لئے وبال ہے۔ اس لئے کہ صحیح قدم دل کی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ جس کے خیالات حق پر مرکوز ہیں۔ اس کے قدم خیالات کے تابع ہوں گے۔

لباس

آپ کے زمانے میں صوفیا ایک مخصوص قسم کا لباس پہنتے تھے تاکہ اس لباس کے پہننے سے لوگوں کو علم ہوجائے کہ یہ صوفی ہیں اور وہ لباس لباس صوف کہلاتا تھا۔ اس لباس کا نام خرقہ یا گدڑی تھا اور اس کو پیوند لگے ہوتے تھے مگر آپ کے زمانے میں بعض صوفیا نے اس پیوند لگے لباس کو جاہ و جمال کا ذریعہ بنالیا تھا یہ ظاہر دار صوفی تھے۔ اس لئے آپ صوفیاء کے ظاہری لباس کو پہننا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں صوفیا کا لباس کس قسم کا ہونا چاہئے تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ اب صوفیا نے خرقہ یعنی پشم والا لباس ترک کردیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ لباس شاید راہ طریقت کے لئے شرط نہیں ہے۔ اس دور میں اونی لباس کم پہننے کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی یہ کہ اون مشکوک ہوگئی ہے اس طرح کہ جانور چوری اور لوٹ مار میں ایک جگہ سے دوسری جگہ آتے جاتے رہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ بدعتیوں کی ایک جماعت نے اونی لباس پہننا شروع کردیا ہے اور اہل بدعت کی مخالفت ضروری ہے چاہے اس مخالفت میں خلاف سنت ہی کیوں نہ ہو۔

صوفیا لباس میں پیوند لگانے میں تکلف برتنے لگے ہیں' اس لئے لوگوں میں ان کی جاہ و منزلت بڑھ گئی ہے اور اب ہر شخص ان کی نقالی کرنے لگا ہے۔ بظاہر خرقہ پہن لیتے ہیں، لیکن ان سے اعمال ایسے سرزد ہوتے ہیں جو ناپسندیدہ ہوتے ہیں' ان نام نہاد صوفیوں کی حرکت سے اس قدر رنج ہوا کہ وہ اپنے لباس اس انداز میں پہننے لگے کہ

کوئی دوسرا اس کی نقل نہ کرسکے اور انہوں نے باہم ایک دوسرے کے لئے یہ اپنی علامت اور نشانی مقرر کرلی اور اس حد تک اپنا شعار بنایا کہ ایک درویش کسی شیخ کی خدمت میں گیا اس نے جو خرقہ پہن رکھا تھا۔ اس پر چوڑے بخیے لگے ہوئے تھے۔ چنانچہ شیخ نے اسے اپنی محفل سے نکال دیا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ صفا کی حقیقت طبیعت کی رقت اور مزاج کی لطافت ہے' نیک دل اور صاف طبع میں کجی نہیں ہوتی' جس طرح ناموزوں شور طبیعت پسند نہیں کرتی یا کوئی بھی نامناسب کام طبیعت کو اچھا نہیں لگتا۔

بعض لوگوں نے لباس کے معاملے میں کبھی تکلف سے کام نہیں لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اگر انہیں گدڑی عطا کی تو انہوں نے وہی پہن لی' اگر انہیں قبا سے نوازا تو اسی کو زیب تن کرلیا۔ اور اگر انہیں برہنہ رکھتا ہے تو وہ اس طرح گزارہ کرلیتے ہیں۔ اور میں علی بن عثمان جلابی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی طریقے کو پسند کرتا ہوں' اور میں نے اپنے سفر میں بھی اس پر عمل کیا ہے۔

پھر ابو سعید ہجویری کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں۔ اس وقت غزنی میں بھی ایک پیر صاحب کرامت موجود ہے خدا اس کو تادیر سلامت رکھے' اس کا نام توبہ ہے ابو حامد کی طرح اس کو بھی اپنے لباس پر اختیار نہیں' میں بھی اسی طریق کو پسند کرتا ہوں یعنی اگر گودڑی مل جاتی ہے۔ وہی پہن لیتا ہوں قبا مل جائے تو اس سے بھی انکار نہیں' پشم کا جامہ اور سفید پیراہن بھی پہن لیتا ہوں۔ گو سفید میں دھونے کی تکلیف ضرور ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لباس میں آپ کسی خاص لباس کے پابند نہیں تھے۔ جو مل جاتا پہن لیتے' لیکن ایسے لباس کو پہننے سے اعتراض کرتے جو نمود و نمائش کا باعث ہوتا۔

خوراک

کھائے پیئے بغیر جان کا جسم کے ساتھ ناطہ برقرار رکھنا ممکن نہیں' صوفیا اور ولی اللہ لذت کام و دہن کے لئے نہیں بلکہ زندگی برقرار رکھنے کے لئے بہت کم کھاتے ہیں۔ اور جو مل جائے اسی پر قناعت کرتے ہیں۔ حضرت علی ہجویری بھی جو ان کو میسر ہوتا اللہ کی طرف سے تناول فرماتے۔ خوراک میں بھی لباس کی طرح تکلف نہیں تھا۔ آپ کا ارشاد ہے کہ "مرید کے کے لئے بسیار خوری سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔" اس لئے آپ نے زندگی بھر کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔ آپ کھانا کھاتے وقت آنحضرت ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے آپ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ کھانا اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ' نظر اپنے لقمہ پر رکھو' کھانے کے دوران مکمل پیاس کے بغیر پانی نہ پیو صرف اتنا اگر پیو کہ جگر تر ہو جائے' لقمہ بڑا نہ لو' خوب چبا کر کھاؤ' جلدی نہ کرو کہ اس سے بدہضمی ہے اور سنت کے بھی خلاف ہے' کھانے سے فارغ ہو تو اللہ کا شکر کرو اور ہاتھ دھو لو۔

آخری عمر میں قیام لاہور کے دوران جب آپ کی قیام گاہ پر لوگوں کا آنا بکثرت ہو گیا تو لنگر کا اہتمام کیا جانے لگا ہر ایک کے لئے کھانا ایک جیسا ہوتا' جو پکتا آپ بھی اس میں سے تناول فرمالیتے جو آگیا اسی پر قناعت کرلی۔ خوراک میں دودھ' سبزیاں' دالیں' چاول' گندم' گوشت اور دیگر اشیاء قابل ذکر ہیں۔

راہ راست کی تلقین

حضرت سید علی ہجویری لوگوں کو سیدھے راستے پر چلنے کی تلقین فرماتے تھے اور اس سلسلے میں انہوں نے اپنی کتاب کشف الاسرار میں فرمایا ہے۔ اے دوست! میں اور تو پردیسی ہیں۔ دعا کر کہ خدا ہم پر کرم کرے اور اپنی یاد کا ذوق عطا کرے۔ میں بے

چارہ یہاں و آشکارا آوارہ ہوں اور ہر دم محبوب کا نام لیتا ہوں۔ تعریف اس بے نیاز خدا کی جس نے ہمیں عناصر اربعہ سے بنایا اور نعت پیغمبر کی کہ ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں۔

فقیر بادشاہوں اور حاکموں کی دوستی اور ہم نشینی کو سانپ اور اژدھا کی دوستی جانے فقیر کو بادشاہ کا قرب حاصل ہوتا ہے تو اس کا توشہ برباد ہوجاتا ہے ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ اگر تو ہفت ہزاری بھی ہوجائے تو کیا ہے آخر ایک مشت خاک ہے اور خاک ہی ہونا ہے ایک قطرہ ہے پھر اتنا غرور کس لئے بالآخر دنیا سے تجھے جو کچھ ملتا ہے وہ چار گز کفن ہے اور خدا جانے وہ بھی ملے یا نہ ملے۔

مجھے ایک دوست کی بات یاد آتی ہے کہتا تھا اے دوست! خدا کی عنایت ہو تو جنگل میں جاکر خدا کی عبادت کروں اور کسی سے سوائے خدا کے نہ مانگوں اور میں (علی بن عثمان جلابی) اس کو دوست رکھتا ہوں۔ جو قریب رہ کر دوست رہے۔ برائیوں سے بچے تاکہ بامراد ٹھہرے۔ بلاشبہ حضرت خضر علیہ السلام اولیاء اللہ کے دوست ہیں اور یہ بھی درست ہے کہ اولیائے اللہ کو بقاء اور مشاہدہ ربانی ہوتا ہے۔

اے دوست! دنیا پانی کی کشتی ہے اور بن پانی کا ملک تو غوطہ خور بن ڈوبنے والا نہ بن وہ کہ جس سے کسی کو تجھ سے فیض ملے وہ نہ کہ جس سے کسی کا دل دکھے' دین پناہ بادشاہ کی خدمت یہ ہے کہ وہ جو روستم کا قلع قمع کرنے والا اور رعیت کے نفع و نقصان کو جاننے والا ہو۔ دنیا نہ ڈھونڈ' دنیا مردار ہے' اور اس کا طالب کتا بیان کیا گیا ہے۔ اور عقبیٰ کا طالب بھی نہ بن اسے بھی عذاب جان رضائے مولا کا طالب بن کیوں کہ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ حرص و ہوس اور لالچ بے کار ہیں۔ انہیں ذلت سمجھ اور طمع نہ کر جس شخص نے قناعت کی عزت پائی' طمع کرنے والا ذلیل ہوا۔

اے طالب! اپنے حبیب لبیب کا غم پیدا کر۔ راہ خدا کا مرد راہ بن رات عبادت میں بسر کر حواس کو کھول' زیادہ اور کم نہیں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چاہیے کہ کم

ہنسیں اور بہت روئیں۔ صبح کے وقت دریا پر جا حضرت خضر علیہ السلام سے محبت کر اور اسم مذکور کا ذکر کر تاکہ منزل مقصود پر پہنچے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔

توبہ گناہ کو' چغلی عمل کو' جھوٹ رزق کو' صدقہ بلا کو' غم عمر کو' غصہ عقل کو' تکبر علم کو' نیکی بدی کو' پشیمانی سخاوت کو' ظلم عدل کو' یہ باتیں دوستوں کو بتاتا ہوں تا کہ عمل کریں اور میرے حق میں دعائے خیر کریں۔ مجھے یاد رکھیں خدا کو پہچانیں اور غیر پر نگاہ نہ کریں۔ لازم ہے کہ تو خواہشات نفس کی طرف میل نہ رکھے لوگوں سے ملنا جلنا ترک کرے۔ تنہائی اختیار کرے اور جو نذر نذرانہ ملے درویشوں میں تقسیم کردے اور اپنے پاس کچھ نہ رکھے خدا کے سوا کسی سے لو نہ لگائے کبھی قبر پر گزر ہو تو پڑھ کر اسے بخشے تاکہ وہ بھی تیرے حق میں دعا کرے اگر کھجور کی گٹھلی بھی کسی کی تیرے ذمے ہے تو اسے ادا کردے اپنے پاس کچھ نہ رکھ' شرک نہ کر' جب تک جان میں جان ہے اسے وحدہ لاشریک خیال کر۔

عورتیں فتنہ ہیں

یہ تمہاری کھیتیاں ہیں تم ان کا لباس اور یہ تمہارا لباس ہیں۔ خدا تعالی نے قرآن مجید فرقان حمید میں فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا عورتوں کے بارے میں ارشاد ہے "عورتوں میں سے بابرکت عورتیں وہ ہیں، جن سے تکلیف کم ہو، خوب صورت ہوں اور جن کے مہر تھوڑے ہوں، مگر بایں ہمہ یہ فساد کی جڑ ہیں اور آفت کا پرکالہ ہیں ایک اور جگہ آپ نے مزید فرمایا کہ

"اپنے بعد مردوں کو زیادہ نقصان پہنچانے والا فتنہ عورتوں کے سوا میں نے کوئی نہیں دیکھا۔" حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب کشف المحجوب میں عورتوں کو فتنہ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ بہشت میں سب سے پہلا فتنہ جو آدم علیہ السلام پر مقدر ہوا اس کی اصل بھی عورت تھی۔ پہلے پہل جو فتنہ دنیا میں ظاہر ہوا یعنی ہابیل قابیل کی لڑائی اس کا سبب بھی بھی عورت تھی۔ اور جب خدا تعالی نے چاہا کہ وہ فرشتوں کو عذاب دے تو اس کا سبب بھی عورت ہی کو قرار دیا اور آج کے دن یعنی حضرت کے زمانہ 465ھ تک دینی اور دنیاوی فتنوں کے تمام اسباب کا محرک بھی عورتیں ہیں۔

مزار اقدس پر اولیائے عظام اور بادشاہوں کی حاضری

اللہ کے خاص بندے جہاں آسودہ خاک ہوتے ہیں وہاں سے کروڑوں اور اربوں کی تعداد میں مخلوق اس چشمہ رحمت سے اپنی روحانی پیاس بجھاتی ہے۔ خدا کی رحمت کا نزول اور فیض کا دریا دن رات وہاں رواں رہتا ہے۔ اور یہاں عوام بھی آتے ہیں خواص بھی، غریب بھی امیر بھی، محتاج بھی بادشاہ بھی، اور حقیر بھی۔ جو سکون قلب کی دولت سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ وہ لوگ بھی فقر و تصوف کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ جو اللہ کے ولیوں کے مزاروں پر بیٹھ کر چلہ کشی کرتے ہیں، بے

شمار ایسے ولی جن کا تعلق دہلی، پنجاب، آگرہ اور راجپوتانہ کے علاقوں سے تھا۔ آپ کے مزار اقدس پر چلہ کشی کی اور روحانی فیض حاصل کیا، اور اسلام کو پھیلایا۔ جن اکابرین نے آپ کے مزار مقدس پر حاضری دی کر فیض و برکت حاصل کی ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیری، حضرت بابا فرید الدین گنج شکر، حضرت شیخ بہلول دریائی قادری، حضرت مادھو لال حسین، حضرت شیخ حسن علائی سہروردی حسوتیلی، حضرت شیخ مجدد الف ثانی، حضرت شاہ عنایت قادری، اس کے علاوہ جن بادشاہوں کو آپ کے مزار اقدس پر حاضر ہونے کا شرف حاصل ہوا ان میں شہزاد داراشکوہ، ظہیر الدولہ، ابراہیم غزنوی، سلطان الدولہ بن ارسلان شاہ غزنوی، سلطان معز الدولہ غزنوی بن بہرام شاہ، سلطان خسرو شاہ غزنوی، سلطان خسرو ملک، سلطان محمود غوری، سلطان قطب الدین ایبک، سلطان شمس الدین التمش، سلطان غیاث الدین بلبن، شہنشاہ جلال دین اکبر، نور الدین جہانگیر، شہاب الدین، شاہ جہاں، اورنگ زیب عالمگیر، نواب عبدالصمد خان، دلیر جنگ، عزالدولہ خان بہادر، نواب زکریا خان، نواب یحییٰ خان، نواب معین الملک اور بھی بہت سی نامور شخصیات کو دربار پر حاضر کا شرف حاصل ہے۔ اب ان شخصیات میں سے چند نامور ہستیوں کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب لاہور تشریف لائے، تو آپ نے داتا صاحب کے مزار پر چالیس دن چلہ کشی کی۔ جب آپ لاہور پہنچے تو اس وقت خاندان غزنوی غزنی شہر سے لاہور منتقل ہوچکا تھا اور یہ خاندان زوال پذیر تھا۔ شہاب الدین غوری پنجاب پر قبضہ کرنے کے بعد اجمیر پر قبضے کی کوشش کرچکا تھا اور اگرچہ اجمیر پر قبضہ کرنے میں وہ بارہا ناکام بھی ہوا، لیکن اس نے ہمت نہ ہاری، اور جب حضرت معین الدین چشتی کئی سالوں کی مسافت طے کرنے کے بعد اجمیر پہنچے تو شہاب الدین

غوری نے اجمیر پر قبضہ کرلیا۔ کتابوں کے حوالے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معین الدین چشتی ایک مدت تک آپ کے مزار پر معتکف رہے۔ وہ حجرہ جہاں آپ کا قیام تھا' حضرت داتا گنج بخش کے مزار کی پائنتی کی طرف آج بھی موجود ہے۔ لاہور میں آپ کے قیام کی مدت کا تعین نہیں کیا جاسکتا' قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ کئی سالوں تک یہیں قیام پذیر رہے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر

حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کا شمار بھی ان اولیائے عظام میں ہوتا ہے جنہیں حضرت داتا گنج بخش کے مزار مبارک پر اقامت گزین ہونے کا شرف حاصل ہے اور ان کے آستانہ عالیہ سے فیوض و برکات حاصل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ مختلف روایتوں کے حوالے سے کہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر جس زمانے میں زہد و ریاضت کی منازل طے کر رہے تھے' انہی دنوں لاہور تشریف لائے' ان بزرگ کا اصل نام خواجہ مسعود اجودھنی ہے اجودھن پاک پٹن کا پرانا نام ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین آپ کے دادا پیر تھے۔ یعنی آپ حضرت خواجہ بختیار کاکی کے مرید تھے۔ جنہیں حضرت معین الدین کا خلیفہ ہونے کا شرف حاصل ہے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر نے حضرت داتا صاحب کی پائنتی کی طرف کچھ فاصلے کی وجہ سے اس کا نام فرید آستانہ مشہور ہوگیا۔ اس کے بعد اس جگہ کو "فریدانہ" کہنے لگے اور ہوتے ہوئے بھیلدانہ کہنے لگے یہ جگہ بہت مقدس ہے۔ کسی زمانے میں یہاں قبریں ہی قبریں تھیں' لیکن اب قبروں کی صفائی کردی گئی ہے۔ صرف عبادت گاہ کا مکان محفوظ ہے' آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ آپ ازراہ عقیدت و محبت جب بھی مرقد مبارک پر حاضر ہوئے تو گھٹنوں اور کہنیوں کے بل رینگتے ہوئے حاضر ہوتے۔ آپ کے آباؤ و اجداد بھی افغانستان سے ہندوستان آکر آباد ہوئے تھے اور لاہور میں اقامت اختیار کی۔

آپ کے دادا قاضی شعیب اور والد قاضی جمال الدین سلیمانی لاہور میں قاضی کے عہدے پر فائز تھے۔ آپ کا اصل نام فرید الدین ہے' کہا جاتا ہے کہ بچپن میں آپ کی والدہ آپ کو نماز پڑھنے کے لئے کہتیں اور کہتی تھیں کہ جو بچے نماز پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے مصلے کے نیچے سے شکر کی پڑیا انہیں انعام کے طور پر ملتی ہے۔ آپ جب نماز پڑھتے تو نماز پڑھنے سے پہلے ان کی والدہ مصلے کے نیچے شکر کی پڑیا رکھ دیتیں اور جب آپ نماز پڑھتے تو نماز پڑھنے کے بعد شکر کی پڑیا وہاں سے لے لیتے۔ ایک دن آپ کی والدہ مصلے کے نیچے شکر کی پڑیا رکھنا بھول گئیں جب بیٹے سے پوچھا کہ کیا تم نے نماز پڑھی؟ آپ نے جواب دیا نماز بھی پڑھ لی اور شکر کی پڑیا بھی مل گئی' یہ سن کر آپ کی والدہ بہت حیران ہوئیں اور سمجھ گئیں کہ غیب سے مدد ملی ہے' چنانچہ اس دن سے وہ آپ کو گنج شکر کہہ کر پکارنے لگیں اور آپ اس لقب سے مشہور ہوگئے۔ آپ نے عبادت و ریاضت میں ایسے ایسے مجاہدے کئے' جن کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا۔ دن بھر مراقبہ میں رہتے اور رات بھی غیر آباد کنویں میں الٹا لٹک کر عبادت کرتے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے حکم کے مطابق موذن آپ کو رسی سے باندھ کر کنویں میں الٹا لٹکا دیتا اور اس کا دوسرا سرا درخت سے باندھ دیتا۔

کثرت ریاضت اور چلہ کشی کرنے کے بعد آپ کو بلند مرتبہ ملا' تو آپ پاک پتن میں قیام پذیر ہوگئے اور زندگی کا بقیہ حصہ وہیں بسر کیا۔ وصال کے بعد آپ کو پاک پتن میں ہی دفن کیا گیا اور آپ کے مزار پر ہزاروں لوگ عقیدت اور محبت کے پھول ہر روز نچھاور کرتے ہیں۔

حضرت مادھوؒ لال حسین

شہنشاہ اکبر جہانگیر کے زمانے میں یہ نامور درویش بھی داتا صاحب کے مزار پر حاضر ہوتے' حضرت مادھو لال حسین کو حضرت داتا گنج بخش سے والہانہ عقیدت و محبت

تھی۔ اور اپنے عقیدت مندوں میں آپ کی کرامات کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ آپ ایک عارف حق صوفی شاعر تھے آپ کا مزار باغبانپورہ کے قریب ہے۔ جہاں ہر سال مارچ کے مہینے میں آپ کا عرس نہایت تزک و احتشام سے منایا جاتا ہے۔ آپ کا عارفانہ کلام عوام میں بے حد مقبول ہے۔

حضرت شیخ بہلول دریائی قادری

آپ حضرت شاہ لطیف بری امام (نور پور شاہاں راولپنڈی) کے خلیفہ تھے۔ جب آپ لاہور سے روانہ ہوئے تو اپنے مرید حضرت لال حسین قادری کو حضرت داتا گنج بخش کے سپرد کر گئے تھے۔

حضرت شیخ حسن علائی سہروردی حسو تیلی

شیخ حسو تیلی کا زمانہ تھا اور حضرت مادھو لال حسین عالم شباب میں تھے۔ شیخ حسو تیلی چوک جھنڈا اندرون لوہاری دروازہ کی ایک دوکان میں مقیم تھے۔ حضرت لال حسین اسی راستے سے اپنے مریدوں کے ہمراہ داتا دربار جایا کرتے تھے۔ اور جب وہ شیخ حسو تیلی کی دکان پر پہنچتے تو وجد میں آکر خوب اچھل کود کرتے اور اپنے عارفانہ کلام سے لوگوں کو مسحور کرتے۔ آپ کو اس عالم میں دیکھنے کے لئے لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو جاتا اور آخر اسی طرح جلوس کی صورت میں مزار داتا گنج بخش جاتے' یہ منظر دیکھ کر شیخ حسو تیلی اپنی دکان چھوڑ کر جلوس میں شامل ہو جاتے۔

حضرت شیخ مجدد الف ثانی

حضرت شیخ مجدد الف ثانی کئی بار لاہور تشریف لائے' آپ نے حضرت داتا گنج

بخش کے فیض و برکات کی وجہ سے لاہور کو "قطب ارشاد" کا درجہ دیا۔ آپ کا یہ
خراج تحسین حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے ہے۔

شہزادہ دارا شکوہ

شاہ جہاں کا سب سے بڑا شہزادہ دارا شکوہ ایک صوفی منش شہزادہ تھا۔ اس کی
تصوف کے موضوع پر بہت سی کتابیں ملتی ہیں۔ تصوف کی ایک کتاب "سفینۃ الاولیاء"
میں وہ لکھتا ہے کہ چالیس روز متواتر یا چالیس جمعرات تک اگر کوئی شخص حضرت داتا
گنج بخش کے مزار پر حاضری دے اور خدا کو یاد کرتے ہوئے اپنی حاجت بیان کرے اور
آپ کی روح سے مدد چاہے تو انشاء اللہ وہ اپنے دل کی مراد حاصل کرلے گا۔ اپنے
بارے میں وہ لکھتا ہے کہ میں چالیس روز متواتر حضرت کے مزار اقدس پر حاضر ہوتا رہا
اور جو میرے دل کا مقصد تھا وہ جناب الٰہی نے بہ طفیل حضرت پیر علی مخدوم ہجویری
پورا کردیا۔

ظہیر الدولہ ابراہیم غزنوی

سب سے پہلا بادشاہ جس نے مزار اقدس پر حاضری دی۔ وہ ظہیر الدولہ ابراہیم
غزنوی افغانستان اور پنجاب کا حکمران تھا۔ اس وقت حضرت کی وفات کو صرف آٹھ سال
گزرے تھے۔ اسی بادشاہ نے اپنے عہد حکومت میں مقبرہ کی تعمیر کرائی۔ ظہیر الدولہ
ابراہیم غزنوی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا علاؤ الدولہ مسعود تخت نشین ہوا۔ وہ خود
ہندوستان نہیں آیا، لیکن اس کے امیر اور سپہ سالار امیر عضو الدولہ اور طغاتگین
جو یکے بعد دیگرے سپہ سالار نامزد ہوئے، لاہور آئے اور آپ کے مزار پر حاضری دیتے
رہے۔ علاؤ الدولہ مسعود کے بعد اس کا بیٹا سلطان الدولہ ارسلان تخت شاہی پر متمکن
ہوا۔ وہ 510ھ میں سلطان سنجر سے شکست کھانے کے بعد ہندوستان چلا آیا تھا اور چونکہ

اس زمانے میں لاہور ہی دارالخلافہ تھا اس لئے ارسلان شاہ بھی یقیناً" لاہور آیا ہوگا اور یہ ممکن نہیں کہ وہ غزنوی ہو کر مزار داتا پر حاضر نہ ہوا ہو۔ ارسلان شاہ کے بعد اس کا بیٹا سلطان معز الدولہ بہرام شاہ بن مسعود تخت پر بیٹھا تو اپنے باغی سپہ سالار محمد باہیم جس نے شاہ ارسلان کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا شکست دیتا ہوا لاہور پہنچا۔ اس کو قید کیا اور مزار پر حاضری دی۔ اسی بادشاہ کے زمانے میں غزنوی سلطنت کو زوال ہوا اور غوری خاندان نے عروج حاصل کرنے کے بعد تاج و تخت پر قبضہ کرلیا اور وہ حکمران بھی مزار پر آتے رہے۔ اس کے بعد جتنے بھی خاندان مثلاً" خاندان غلاماں' خاندان سادات' لودھی' مغلیہ ان میں سے جتنے بادشاہ لاہور آئے' انہیں مزار پر آنے کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ بھی سکھ ہونے کے باوجود عقیدت اور محبت رکھتا تھا اور مزار کا بہت ادب احترام کرتا' نذرانے کے روپے بھیجتا اور کبھی کبھار خود بھی حاضر ہوتا تھا۔

بادشاہوں اور شہنشاہوں کے علاوہ لاہور کے مقامی حکام' صوبے دار' نواب' ناظم سب کو اس آستانہ عالیہ سے محبت اور عقیدت تھی' ہے اور رہے گی۔

سماع اور حضرت داتا گنج بخش

سماع کے بارے میں علماء اور صوفیاء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت داتا گنج بخش نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں مختلف صوفیاء کے اقوال نقل کئے ہیں' لیکن سب سے ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر کوئی اس کا اہل نہیں۔ اس کا ظاہر فتنہ ہے اور باطن عبرت۔ حلال کے لئے حلال ہے' اور حرام کے لئے حرام' یعنی اگر دل میں حق کا خیال ہے تو سماع اس کو حق رسانی ہی کے لئے آمادہ کرے گا اور اگر وہ اس سے محض نفس کو ہی خوش رکھنا چاہتا ہے اور باطل طلب رکھتا ہے تو اس کی طبیعت میں فساد ہوگا اور وہ خطا کھائے گا۔

یہ بات سماع کی شرائط میں سے ہے کہ بغیر ضرورت سماع نہ کیا جائے اسے عادت نہ بنایا جائے، کبھی کبھار سننا چاہئے تا کہ اس کی عظمت دل سے کم نہ ہو، سماع کے وقت بزرگ، پیر، شیخ کا ہونا لازمی ہے۔ سماع کی محفل عوام سے خالی ہو قوال معزز ہوں، دل دنیاوی مشاغل سے خالی اور طبیعت لہو و لعب سے پاک ہو، کسی معاملے میں تکلف نہ ہو، دل میں جب تک سماع کا تقاضا نہ ہو ضروری نہیں کہ اس میں بلاوجہ مبالغہ کیا جائے، سماع کی قوت اور تقاضا پیدا ہوجائے تو اسے رد نہیں کرنا چاہئے، وقت کی پیروی کرنی چاہئے۔

سماع کی ابتداء حضرت داؤد علیہ السلام سے ہوئی ہے، لحن داؤدی کا خطاب آج بھی خوب صورت آواز کو دیا جاتا ہے، آپ کو خدا نے خوب صورت آواز سے نوازا تھا جس کو جنگل کے پرندے بھی سن کر جھوم اٹھتے تھے۔

حضرت داتا گنج بخش کے پیر طریقت شیخ ابو الفضل ختلی سماع کے قائل تو تھے مگر ان کا یہ کہنا تھا کہ یہ ان لوگوں کا توشہ ہے جو ابھی درمیانی منزل میں ہوں، جو منزل پر پہنچے ہوئے ہوں ان کو سماع کی حاجت نہیں۔

حضرت داتا گنج بخش خود بھی سماع کے قائل تھے اور سماع کیا کرتے تھے اور حالت وجد میں آجاتے مگر وہ اس بات کو عام نہیں کرنا چاہتے تھے کیوں کہ ہر ایک کو وہ اس کا اہل نہیں سمجھتے تھے اس لئے کہ جب ایک بزرگ نے آپ کو آکر بتایا کہ اس نے سماع کے مباح ہونے پر ایک کتاب لکھی ہے تو آپ نے فرمایا بڑا ظلم کیا، اس سے دین میں خرابی پیدا ہوگی، ایک کھیل کو جو گناہوں کا اصل ہے حلال کردیا ہے، اس نے کہا پھر آپ خود کیوں سماع کرتے ہیں، فرمایا سماع کے لئے طبیعتوں میں مختلف حکم ہیں، جیسے کے دلوں میں ارادے مختلف ہیں اگر دل میں حلال کی تاثیر ہے تو سماع حلال ہے، اور اگر حرام کی تاثیر ہے تو سماع حرام ہے، اگر مباح کی تاثیر ہے تو سماع مباح ہے۔ آپ سماع کے قائل تو تھے، لیکن جب کچھ لوگ سماع کے پردے میں عیش و عشرت کا

سامان مہیا کرنے لگے اور اس طرح انہوں نے ایک آفت پیدا کردی اور شریعت میں خلل اندازی ہونے لگی تو آپ نے اعلان فرما دیا۔

''میں عثمان بن جلابی کا بیٹا علی اس کو زیادہ دوست رکھتا ہوں جو سماع میں نہ پڑے' اور طبیعت کو پریشان نہ کرے' کیوں کہ (نادانوں اور ظاہر بینوں) کے لئے اس میں بڑے خطرے ہیں اور بڑی آفت یہ ہے کہ عورتیں کسی اونچے مقام سے سماع کی حالت میں درویشوں کو دیکھتی ہیں اور نوجوان اور نو خواستہ (بے ریش و بروت اور خام طبع لڑکے) ان مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں' جن سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس آفت سے چونکہ آپ سماع کی مجلسوں میں شریک رہے تھے اور سماع کے قائل رہے تھے (جو کچھ مجھ پر گزرا ہے (آئندہ کے لئے) استغفار پڑھتا ہوں اور خداوند تعالی سے مدد مانگتا ہوں کہ میرے ظاہر اور باطن کو آفتوں سے نگاہ رکھے۔ (کشف المحجوب)

حضرت داتا گنج بخش اور منصور حلاج

حسین بن منصور حلاج کی شخصیت اہل دانش اور علم و فضل کے درمیان ہمیشہ سے متنازعہ چلی آرہی ہے۔ ایک گروہ انہیں سرتاج صوفیا سمجھتا ہے جب کہ دوسرے کے نزدیک حسین بن منصور حلاج مرتد اور ملحد تھا' لیکن یہاں ہمیں حضرت داتا گنج بخش کی رائے منصور حلاج کے بارے میں دیکھنی ہے کہ وہ ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

حسین بن منصور حلاج کی کنیت ابو مغیث ہے اور ان کا پورا نام ابو مغیث عبد اللہ بن احمد بن ابی طاہر حسین بن منصور حلاج ہے۔ ان کا تعلق ایران کی سرزمین سے ہے' آپ 644ھ میں شہر بیضاء میں پیدا ہوئے' اسی مناسبت سے آپ کو بیضوی بھی کہا جاتا ہے' آپ کے والد پنبہ زنی یعنی روئی دھننے کا کام کیا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم ایران کے دارالخلافہ میں حاصل کی اور بارہ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ

کرلیا اور قرآن کو سمجھنے کے شوق نے انہیں گھر اور خاندان چھوڑنے پر مجبور کردیا۔ چنانچہ آپ نے سب کو خیر باد کہا اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کے ارادت مندوں میں شامل ہوگئے۔ جنہوں نے منصور حلاج کو اربعین کلیم اللہ (موسیٰ علیہ السلام کے اتباع میں چلہ کشی) کی تعلیم دی' یہاں سے آپ بصرہ کی طرف چلے گئے اور حضرت حسن بصری کے مدرسہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اس کے بعد حضرت عبد اللہ عمرو بن عثمان مکی سے تصوف کی تعلیم سے خود کو آراستہ کیا اور صاحب طریقت کا راستہ اختیار کیا اور پھر حسین بن منصور حلاج نے ابو یعقوب اقطع بصری کی بیٹی سے شادی کرلی۔ منصور بن حلاج کے ایک پیر طریقت عبد اللہ عمرو بن عثمان مکی اس شادی سے خوش نہیں تھے۔ کیوں کہ ان کی منصور حلاج کے سسر ابو یعقوب اقطع بصری سے نہیں بنتی تھی اور نوبت سخت کلامی تک جا پہنچی تھی' اس صورت حال کو دیکھ کر منصور حلاج سخت پریشان ہوئے تو اس موقع پر حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے منصور حلاج کو صبر کی تلقین کی۔ کچھ عرصہ تو منصور صبر کے ساتھ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے صبر کا مظاہرہ کرتے رہے' بالا آخر تنگ آکر مکہ معظمہ چلے گئے۔

پہلی مرتبہ منصور حلاج 26 سال کی عمر میں فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ معظمہ گئے اور وہاں ان پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ مکہ سے واپسی پر اہواز میں لوگوں کو وعظ و تلقین کرنے لگے۔ یہان ان کی قشری اور ظاہری صوفیوں سے مخالفت بڑھ گئی۔ چنانچہ تنگ آکر منصور حلاج خراسان چلے گئے اور پانچ سال تک اس شہر میں مقیم رہے۔ اس کے بعد اہواز واپس آگئے اور یہاں سے پھر بغداد آگئے اور پھر دوسری مرتبہ اپنے چار ہزار مریدوں اور عقیدت مندوں کے ہمراہ مکہ معظمہ زیارت کو چلے گئے۔ اس موقعہ پر لوگوں نے آپ کو شعبدہ باز کہا۔ دوسری بار حج سے فارغ ہونے کے بعد آپ ہندوستان اور ماوار لنہر کی سیاحت کو نکل گئے' تاکہ مانی مذہب کے پیرو کاروں سے ملاقات کرسکیں۔ ہندوستان سے دریائے سندھ کے راستے کشمیر چلے گئے اس کے

بعد پھر واپس بغداد آئے، اور بغداد سے پھر مکہ معظمہ حج کے لئے تیسری اور آخری بار روانہ ہوئے۔ اس سفر میں منصور حلاج عرفات میں قیام کے دوران اپنے خدا سے یوں التجا کرتے ہیں کہ "خدایا رسواء ایم کن تتعتم کنند" اے خدا مجھے ذلیل کر تا کہ سب لوگ مجھ پر لعنت بھیجیں اور پھر جب مکہ معظمہ سے واپس بغداد پہنچے تو ان کی زبان سے ایسے کلمات نکلے، جن سے خدائی دعوی کی تعبیر ہوتی تھی۔ یہیں سے منصور حلاج کے بارے میں صوفیاء اور علم و فضل جاننے والے لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے اور منصور حلاج کے بارے میں دو آراء مخالف اور موافق قائم ہو گئیں۔ چنانچہ لوگوں کے طعنوں سے تنگ آکر منصور حلاج نے بغداد کی جامع مسجد میں بلند آواز سے کہا "مجھے قتل کردو تاکہ مجھے آرام مل جائے اور تم بدلہ لے لو۔" بغداد سے بھاگ کر اہواز چلے گئے اور پانچ سال تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہے، لوگ ان کو تلاش کرتے رہے اور آخر کار ان کو تلاش کر کے بغداد لایا گیا اور انہیں جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ نو سال وہ زندان کی صعوبتیں اٹھاتے رہے۔ آخر بغداد کے بڑے قاضی ابو عمر حماوی کی صدارت میں ان کا احتساب ہوا۔ قاضی ابو عمر حماوی نے حلاج کے خون بہانے کو حلال قرار دیا اور ابو محمد حامد بن عباس وزیر خلیفہ المقتدر نے قاضی ابو عمر حماوی کی شہہ پر خلیفہ سے حلاج کے قتل کا حکم لے لیا۔ چنانچہ 309ھ میں اس بندہ عشق و صبر و رضا کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اس کے بعد اس کی لاش کے اعضاء کو کاٹا گیا، سر کو تن سے جدا کردیا گیا اور لاش کو جلا کر اس کی راکھ دریائے دجلہ میں بہا دی گئی، کہا جاتا ہے کہ اس سال دریائے دجلہ میں اتنی طغیانی آئی کہ عراق کے شہر ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حلاج نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں "طاین الازل والجواہر الاکبر اطواسین کتاب الھیاکل، کتاب نور الاصل، کتاب الجسم الاکر، کتاب الکبریت الاحمر، کتاب الجسم و الامغز اور کتاب رتیان المعرفت" مشہور ہیں۔ لیکن نایاب ہیں حلاج بن منصور شاعر بھی تھے ان کا دیوان عربی زبان میں یورپ میں چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

صوفیاء کا ایک گروہ انہیں رد کرتا ہے اور ایک گروہ قبول کرتا ہے۔ وہ لوگ جو منصور حلاج کو مرتد اور ملحد خیال کرتے ہوئے انہیں مردود سمجھتے ہیں یہ ہیں حضرت عمرو بن عثمان المکی (استاد حلاج) ابو یعقوب اقطع' ابو یعقوب ہنر جوزی' علی بن سہل اصفہانی' جن مشائخ نے انہیں قبول اور پسند کیا ان کے نام یہ ہیں شیخ ابو عبد اللہ محمد بن حنیف' ابو العباس ابن عطا' شیخ ابو القاسم نصر آبادی' حضرت داتا گنج بخش کی رائے ہے کہ

"ایک گروہ انہیں ساحر کہتا ہے' لیکن ہمارے زمانے میں شیخ المشائخ ابو سعید ابو الخیر و شیخ ابو القاسم گورگانی و شیخ ابو العباس اشقانی حسین بن منصور حلاج کو صاحب سر محمول کرتے ہیں اور وہ ان بزرگوں کے نزدیک بزرگ تھے۔ استاد ابو القاسم قشیری کہتے ہیں کہ اگر حلاج ارباب حقیقت و معانی میں سے تھے تو انہیں کوئی چیز بھی خلقت سے جدائی کے باعث حق سے جدا نہیں کر سکتی تھی اور اگر وہ مجود طریقت و مردود حق تھے تو خلقت کی پسندیدگی سے وہ درجہ قبولیت حاصل نہیں کر سکتے تھے اس لئے ہم ان کا حکم ماننے سے پرہیز ہی کرتے ہیں' لیکن حقیقت کی صورت میں جو نشانیاں ہم نے ان میں پائیں ان کے باعث ہم نے انہیں بزرگ سمجھا۔ جہاں چند مشائخ کے سوا دوسرے ان کا انکار نہیں کرتے اور میں (علی بن عثمان الجلابی) نے بغداد اور اس کے گرد و نواح میں حلاج کی پچاس تصانیف دیکھی ہیں۔ اور ایک گروہ اس جواں مرد کو ساحر شعبدہ باز کہتا ہے جو محال ہے کیوں کہ اہل سنت و الجماعت کے نزدیک جادو بھی کرامت کی طرح حق ہے' لیکن جادو کا اظہار بوقت حال حد درجہ کفر ہے اور غلبہ حال میں کرامت کا اظہار کمال معرفت ہے' چنانچہ ایک ناراضی خدا اور دوسرا رضائے خدا پر منتج ہوتا ہے اور کرامات کے اثبات میں' میں نے ایک مفصل باب باندھا ہے اور اہل بصیرت اس بات پر متفق ہیں کہ اہل سنت میں سے مسلمان خاسر و ساحر نہیں ہو سکتا اور کافر معزز نہیں ہو سکتا جو مجموعہ اضداد ہو۔ حسین بن منصور حلاج ایسے حال میں تھے اور اس حال میں

نماز اور ذکر مناجات میں مشغول رہتے تھے' ہمیشہ روزہ رکھتے تھے اور حمد و ثناء کرتے رہتے تھے اور توحید میں نکات لطیفہ بیان کرتے رہتے تھے اگر ان کے افعال سحر پر مبنی ہوتے تو تمام نماز' روزہ اور ذکر و مناجات ان سے محال ہوتے تو بس سچی بات تو یہ ہے کہ یہ کرامت تھیں اور کرامات ولی محقق کے بغیر کسی سے صادر نہیں ہو سکتیں' آگے چل کر فرماتے ہیں کہ "اللہ کا شکر ہے کہ میرے دل میں ان کی عزت ہے۔"

حکایات حضرت داتا گنج بخش

وہ لوگ جو خدا تعالیٰ اور حق کے راستے کے لئے اپنی جانیں وقف کردیتے ہیں۔ عام لوگوں کی نسبت خدا تعالیٰ کی طرف سے آزمائش سے گزرتے ہوئے زیادہ دکھ پریشانیوں اور مصائب کا شکار ہوتے ہیں اور انہی دکھوں اور پریشانیوں سے وہ زندگی کے تجربات حاصل کرتے ہیں۔ ایسے تجربات جن کی عام آدمی تک رسائی نہیں ہوتی اور معرفت کے اس درجے تک جاپہنچتے ہیں' جہاں رشد و ہدایت کے چراغ روشن ہوتے ہیں اور ان کے قلب و نظر میں نور الہٰی کی شمع روشن ہوجاتی ہے اور وہ لوگوں کے لئے رہبر کامل کا درجہ اختیار کرلیتے ہیں۔ حضرت داتا گنج بخش کا شمار بھی انہی ولیوں اور صوفیوں میں ہوتا ہے' جنہیں درجہ ولایت تفویض کیا گیا، ایسے بزرگوں کے واقعات اور حکایات بڑے ایمان افروز ہوتے ہیں' جن کو پڑھنے سے انسان کو درس عبرت بھی حاصل ہوتا ہے اور دل میں حق کی لگن اور تڑپ بھی پیدا ہوتی ہے۔ قلب و نظر کی اصلاح کے لئے ان حکایات کا مطالعہ ہمارے لئے باعث تسکین اور باعث نجات ہے' حضرت علی ہجویری نے مختلف واقعات کے بارے میں اور مختلف بزرگان دین کے بارے میں جن خیالات کا اظہار اپنی کتاب کشف المحجوب میں کیا ہے' ان میں سے چند ایک حکایات کو بیان کیا جاتا ہے تاکہ انسان اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کی طرف توجہ دے سکے اور ہماری روح تلاش حق کے لئے بیدار ہوجائے۔ آمین

حضرت امام حسن کی بردباری اور تحمل

حضرت داتا گنج بخش نے اپنی کتاب کشف المحجوب میں حضرت امام حسن نواسہ رسول ﷺ کی بردباری اور حلم کے بارے میں فرمایا ہے کہ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک اعرابی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے مکان پر کوفے میں آیا' اس وقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازے کے باہر تشریف فرما تھے۔ اس اعرابی نے آتے ہی آپ کو اور آپ کے والدین کو گالیاں دینا شروع کردیں۔ آپ اٹھے اور اس سے فرمانے لگے کہ اے اعرابی! اگر تم بھوکے ہو تو تمہارے لئے کھانا منگوایا جائے' اگر پیاسے ہو تو پانی پلایا جائے' تم بتاؤ آخر تمہاری پریشانی اور تکلیف کا باعث کیا ہے۔ وہ کہنے لگا تم ایسے تمہارے والدین ایسے ویسے (فضول بکواس کرنے لگا) حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے غلام کو حکم دیا کہ اندر سے دینار کی تھیلی لاؤ' اور جب تھیلی لائی گئی تو آپ نے اسے اعرابی کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا مجھے معاف کرنا اس وقت میرے گھر میں اس کے سوا اور کچھ موجود نہیں ہے اگر ہوتا تو تم سے بچا کر نہ رکھتا' یہ سن کر وہ اعرابی پکار اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے فرزند ہیں' میں آپ کے حوصلے اور حلم کے امتحان کی خاطر یہاں آیا تھا اور یہ صفت محققین مشائخ کی ہے' کیوں کہ ان کے نزدیک تعریف و تنقیص برابر ہوتی ہے اور بدکلامی کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دریا دلی

حضرت داتا گنج بخش نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک دن ایک شخص آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ کے صاحبزادے میں ایک درویش اور صاحب اولاد شخص ہوں۔ آج رات مجھے کچھ کھانے کو دیجئے' حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ' ہمارا روزینہ ابھی راستے میں ہے' آجائے گا ابھی اس بات کو

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ لوگ حضرت امیر معاویہ کی طرف سے آپ کے پاس پانچ تھیلیاں لے کر آئے، تھیلی میں ہزار دینار تھے، لوگوں نے عرض کی اور بتایا کہ حضرت امیر معاویہ آپ سے معذرت چاہتے ہیں کہ یہ تھوڑی سی رقم خرچ کیجئے پھر اس کے بعد اس سے بہتر امداد کی جائے گی۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس درویش کی طرف اشارہ کیا اور وہ پانچ تھیلیاں اسے عنایت فرما دیں اور اس سے معذرت کی کہ تھوڑی دیر ہو گئی اور یہ بے قدر سا عطیہ ہے جو تجھے ملا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ رقم اتنی تھوڑی ہے تو تمہیں انتظار کے لئے نہ کہتا، ہمیں معذور سمجھنا کہ ہم اہل بلا ہیں ہم دنیا کی تمام راحتوں اور نعمتوں سے دستبردار ہو چکے ہیں اور اپنی خواہشات کو کم کر کے دوسروں کی خواہشات کے لئے زندہ ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مرتبہ

حضرت داتا گنج بخش حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ مشائخ آپ کو اہل مشاہدہ کا سردار سمجھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ سے روایات اور حکایات بہت تھوڑی تعداد میں مروی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دین کے بارے میں شدت اور معاملات میں سختی کی وجہ سے مجاہدہ میں اول خیال کرتے ہیں۔ صحیح احادیث میں آیا ہے اور اہل علم کے ہاں یہ واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت نماز پڑھتے تو قرآن مجید کی آیات آہستہ آہستہ پڑھتے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم آہستہ تلاوت کیوں کرتے ہو، انہوں نے کہا کہ اس وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ جسے میں پکار رہا ہوں وہ دور نہیں ہے اور اس کے سامنے آہستہ یا بلند پڑھنا برابر ہے، یہی بات آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمائی، کیوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز میں رات کو آیات بلند آواز سے پڑھتے تھے۔ انہوں

نے جواب دیا "میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔" یہ مجاہدے کی بات ہے جب کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اشارہ مشاہدے کی طرف تھا اور مجاہدے کا مقام مشاہدے کے سامنے وہی ہے جو قطرے کا سمندر کے سامنے ہے' اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے حصے میں ہو۔ جو شخص یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام کے لئے باعث عزت ہے' اگر وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے صرف ایک نیکی کے برابر ہے تو باقی دنیا کس شمار میں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایثار

کشف المحجوب میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ہے کہ ہجرت کی رات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ غار ثور میں مکہ سے باہر تشریف لے گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے بستر پر محو خواب ہوگئے اور اسی روز کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا پکا ارادہ کیا ہوا تھا۔ تو خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیل و میکائیل سے کہا کہ میں نے تم دونوں کے درمیان برادری قائم کردی ہے اور ایک کی زندگی دوسرے سے دراز تر کردی اب تم دونوں میں سے کون ہے جو اپنے بھائی کی خاطر ایثار کرنے اور اپنی جان اور زندگی اسے دے دے اور خود مرنا قبول کرلے۔ دونوں نے اپنے لئے زندگی کو اختیار کیا اور دوسرے کی خاطر مرنا کسی نے قبول نہ کیا تب ان دونوں میں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ذرا علی رضی اللہ عنہ کا شرف ملاحظہ فرماؤ اور دیکھو کہ تم پر انہیں کیسی فضیلت حاصل ہے کہ عین اسی طرح ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان رشتہ برادری میں نے قائم کیا لیکن دیکھ لو انہوں نے اپنے قتل اور موت کو اختیار کیا اور اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ سو گئے' "جان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کردی اور اپنی زندگی کو ہلاکت میں ڈال کر ان پر قربان کردیا۔ پس اب جاؤ اور زمین پر

جاکر انہیں دشمنوں سے پناہ میں رکھو' تب جبرئیل و میکائیل آئے ایک ان کے سرہانے اور دوسرا پاؤں کی طرف بیٹھ گیا اس وقت جبرئیل علیہ السلام نے کہا اے ابن ابی طالب! خوش ہو جائیے آپ جیسا خوش بخت کون ہو گا کہ اللہ تعالی کو تمام فرشتوں سے بڑھ کر آپ پر فخر ہے جس کا ترجمہ ہے "اور لوگوں میں سے وہ بھی ہے جو اللہ تعالی کی خوشنودی کے لئے اپنے نفس کو بیچ دیتا ہے اور بلا شبہ اللہ تعالی اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے۔"

حضرت امام زین العابدین کی سخاوت

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں ایک مقام پر حضرت امام زین العابدین کے بارے میں ایک حکایت یوں بیان کی ہے کہ ہشام بن عبدالملک بن مروان ایک سال حج کو آیا خانہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ جب حجر اسود کو بوسہ دینے کا ارادہ کیا تو لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے اسے راستہ نہ ملا وہ منبر پر چڑھ گیا اور خطبہ پڑھنے لگا۔ اسی وقت حضرت امام زین العابدین تشریف لائے' چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا ہوا اور لباس خوشبو سے معطر انہوں نے طواف کیا۔ جب حجر اسود کے پاس آئے تو لوگ احتراماً" ایک طرف ہو گئے اور آپ نے سنگ اسود کو بوسہ دیا' ہشام بن عبدالملک سے کسی نے کہا کہ آپ بادشاہ ہیں' لیکن حجر اسود تک آپ نہیں پہنچ پائے' وہ جواب آیا تو سب ایک طرف ہٹ گئے اور حجر اسود اس کے لئے خالی کردیا۔ ہشام نے کہا کہ میں اس کو نہیں جانتا' ہشام کا یہ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ لوگ حضرت زین العابدین کو پہچان کر اور ان کی طرف داری کر کے ان کو امیر نہ بنالیں۔

اس وقت اپنے وقت کا مشہور شاعر فرزدق موجود تھا اس نے کہا میں جانتا ہوں لوگوں نے کہا تو بیان کرو وہ کون ہے' اس کے چہرے سے کیا رعب ٹپک رہا ہے' فرزدق نے کہا میں اس کا نسب اور اس کی صفات بیان کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر فرزدق نے ایک

قصیدے کے کچھ اشعار پڑھے جس میں خاندان نبوت کی تعریف کی گئی تھی۔

ہشام یہ اشعار سن کر غصے میں آگیا اور اس نے فرذوق کو مدینہ اور مکہ کے درمیان عسفان کے مقام پر قید کردیا جب حضرت زین العابدین کو یہ خبر ملی تو انہوں نے بارہ ہزار درہم فرذوق کو بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ ہم مجبور ہیں' اس سے زیادہ ہمارے پاس نہیں' فرذوق نے وہ روپیہ یہ کہہ کر واپس کردیا کہ اے فرزند پیغمبر! میں تمام عمر مال و زر کے لئے بادشاہ ہوں اور امیروں کے قصائد لکھتا رہا ہوں' اور ان کی تعریف میں جھوٹ بولتا رہا ہوں' یہ اشعار میں نے اہل بیت کی تعریف میں کفارے کے طور پر کہے ہیں' جب یہ پیغام حضرت زین العابدین کو ملا تو انہوں نے رقم واپس بھجوا دی اور فرمایا

"اے فرذوق اگر تمہیں واقعی ہمارے ساتھ عقیدت ہے' تو یہ خیال کرو کہ ہم جو کچھ دے چکے ہیں اسے واپس نہ لے لیں گے؟ ہم اس کی ملکیت سے دستبردار ہوچکے ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق کا واقعہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ داؤد طائی حضرت جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ نصیحت فرمائیے' کیوں کہ میرا دل سیاہ ہوچکا ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو سلیمان! آپ اپنے زمانے کے بڑے عابد و زاہد ہیں' آپ کو بھلا میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے' انہوں نے کہا کہ حضور آپ کو اللہ تعالی نے تمام مخلوق پر فضیلت عطا فرمائی ہے' ساری مخلوق کو نصیحت کرنا آپ کا فرض ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابو سلیمان! مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کل قیامت کے دن میرے جد امجد میرا دامن نہ پکڑلیں کہ تو نے میری متابقت کا حق کیوں ادا نہیں کیا۔ یہ معاملہ نسبت یا

کسی دوسری چیز پر نہیں، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن عمل پر منحصر ہے، یہ سن کر حضرت داؤد طائی رونے لگے اور فرمانے لگے یا اللہ! جس کا خمیر نبوت کے پانی سے گوندھا گیا ہے، جس کی طبیعت عناصر براہین اور شواہد ربانی میں ہیں جس کے جد امجد رسول اللہ ﷺ اور جس کی والدہ سیدہ بتول ہے جب وہ اس حیرانی میں ہے تو داؤد بے چارہ کون ہے، جو اپنے آپ کو کسی قطار میں شمار کرے۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں حضرت اویس قرنی کا ذکر ہوئے یہ حکایت لکھی ہے کہ آپ حضرت اویس قرنی آنحضور ﷺ کے دور مبارک میں موجود تھے، لیکن آپ آنحضور ﷺ کی زیارت سے محروم رہے، اس کی دو وجوہات تھیں ایک تو غلبہ حال اور دوسرا اپنی ضعیف والدہ کے حقوق کے پیش نظر، حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ قبیلہ قرن کا ایک اویس نامی آدمی ہے، جو قیامت کے روز قبیلہ ربیعہ اور مصر کی بھیڑوں کی مقدار پر میری امت کی شفاعت کرے گا اور آپ نے اپنا چہرہ انور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کرکے فرمایا کہ تم دونوں اسے دیکھو گے وہ چھوٹے اور درمیانے قد کا لمبے بالوں والا آدمی ہے، اور اس کے دائیں پہلو پر ایک درہم کی مقدار برابر سفید نشان ہے، جو چنبل کے علاوہ کسی اور چیز کا نہیں اور اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر بھی اسی طرح کا سفید داغ ہے اور اس کو میری امت میں قبیلہ ربیعہ اور مضر کی بھیڑوں کی مقدار شفاعت کا حق ملے گا۔ جب تم اسے دیکھو تو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ میری امت کے لئے دعا کرے۔

چنانچہ حضرت محمد ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ہمراہ تھے تو آپ نے اپنے خطبہ کے درمیان فرمایا اے اہل نجد کھڑے ہو جاؤ، نجد کے رہنے والے کھڑے ہوئے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایا

کہ کیا تم میں قبیلہ قرن کا کوئی آدمی ہے' انہوں نے جواب دیا ہاں چنانچہ قرن کے رہنے والے کچھ لوگوں کو آپ کے سامنے پیش کیا گیا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے حضرت اویس قرنی کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں اویس نام کا ایک دیوانہ آدمی ہے جو نہ تو آبادی میں آتا ہے اور نہ کسی شخص کے پاس بیٹھتا ہے' اور نہ ہی وہ چیز کھاتا ہے جو لوگ کھاتے ہیں اور غم و خوشی میں شریک نہیں ہوتا' جب لوگ ہنستے ہیں تو یہ روتا ہے اور جب لوگ روتے ہیں تو یہ ہنستا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں' انہوں نے عرض کی کہ وہ تو اپنے اونٹوں کے ساتھ جنگل میں ہے۔ دونوں بزرگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اٹھے اور قرن میں ان کے پاس پہنچے حضرت اویس قرنی اس وقت نماز میں مشغول تھے' جب فارغ ہوئے تو انہیں سلام کیا اور اپنے پہلو اور ہتھیلی کا نشان دکھایا تاکہ انہیں معلوم ہوجائے پھر ان سے انہوں نے دعا کی وصیت کی' یہ حضرات تھوڑی دیر حضرت اویس قرنی کے پاس ٹھہرے' تب حضرت اویس نے عرض کی کہ آپ حضرات نے تکلیف گوارا فرمائی' اب آپ تشریف لے جائیے کہ قیامت نزدیک ہے' ہمیں وہاں ایسی ملاقات نصیب ہوگی کہ اس سے کبھی محروم نہیں ہوں گے' کیوں کہ اس وقت میں سفر قیامت کا ساماں تیار کرنے میں مصروف ہوں جب یہ دونوں حضرات عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قرن سے واپس لوٹے تو انہیں حضرت اویس قرنی کے مقام اور مرتبے کا اندازہ اور علم ہوچکا تھا' لہٰذا آپ وہاں سے کوفہ چلے گئے۔

بس ایک دن ہرم بن حیاں نے آپ کو دیکھا اس کے بعد کسی نے نہیں دیکھا۔ حتیٰ کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتنہ برپا ہوا تو آپ وہاں آئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ آپ کے مخالفین کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ جنگ صفین کے روز شہادت پائی۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

ہر ذی روح کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے' کسی کو بھی اس سے مفر نہیں' وہ نیک لوگ ہوں خواہ ان کا دامن گناہوں سے آلودہ ہو' وہ پیغمبر ہوں یا اولیاء ہر انسان کو اس دار فانی سے کوچ کرنا ہے' چنانچہ وہ دن بھی آگیا جب اس پیر طریقت کو زندگی کے حقیقی سفر پر روانہ ہونا پڑا' کسی بھی کتاب سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آپ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کتنے دن بیمار ہوئے اور کس مہینے کی کس تاریخ کو آپ نے رحلت فرمائی' لیکن آپ کا عرس چونکہ ہر سال صفر کی انیس تاریخ کو ہوتا ہے اس لئے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ کا وصال اسی مہینے ہوا ہوگا' پیدائش کی طرح آپ کے سال وفات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ بہت سے محققین اور تذکرہ نگاروں نے آپ کا سال وفات بمطابق 1078ء سے اتفاق کیا ہے' ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

مولانا جامی اپنی کتاب "نفحات الانس" میں 465ھ لکھتے ہیں۔ میر غلام عباس آزاد بلگرامی نے ماثر الکرام نے' سامی بیگ نے "قاموس الاعلام میں' صباح الدین عبدالرحمان نے بزم صوفیہ میں' گنیش داس وڈیرا نے "چار باغ پنجاب میں" امام بخش نے حدیقتہ الاسرار فی اخبار الابرار میں' مفتی غلام سرور لاہوری نے تاریخ مخزن پنجاب اور خزینتہ الاصفیاء میں' رائے بہادر کنہیا لال نے تاریخ لاہور میں' شمس العلماء مولوی سید احمد دہلوی نے فرہنگ آصفیہ میں' مولانا عبدالماجد دریا بادی نے تصوف اسلام میں' ملک الشعراء بہار نے سبک شناسی میں' رحمان علی نے تذکرہ علماء ہند میں' محمد دین فوق نے سوانح عمری حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ میں' شمس العلماء سید عبداللطیف نے تاریخ لاہور انگریزی میں' نور احمد چشتی تحقیقات چشتی میں' شیخ محمد اکرم نے آب کوثر میں آپ کا سن وفات 465ھ قرار دیا ہے۔

جب کہ داراشکوہ نے اپنی کتاب سفینتہ الاولیاء میں 466ھ بمطابق 1173ء قرار دیا ہے' مشہور متشرق پروفیسر نکلسن کا خیال ہے کہ آپ نے 465ھ اور 469ھ کے

درمیان وفات پائی' عہد اکبری کے مورخ مرزا لعل بخش لالی نے اپنی تالیف ثمرات القدس میں 456ھ تحریر کی ہے' اس کے علاوہ سامی بیگ نے اپنی کتاب قاموس الاحکام میں اور حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں 456ھ تحریر کی ہے' اس کے علاوہ مزار مبارک کے اندرونی دروازے پر جو قطعہ درج ہے' اس پر بھی سن وصال 465ھ درج ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آپ کی اپنی تالیف کشف المحجوب سے نہ تو آپ کی تاریخ ولادت اور نہ ہی تاریخ کا پتہ چلتا ہے' اور نہ ہی آپ کے ہم عصر مصنفین کی کتابوں سے آپ کی تاریخ وفات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے' مختلف شہادتوں کے پیش نظر کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی تاریخ وفات 481ھ سے 500ھ کے درمیان ہے۔

سال وصال اور ولادت میں اختلاف کے باوجود یہ بات یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا دور پانچویں صدی ہجری پر محیط ہے۔

مزار مبارک

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے 34 سال لاہور شہر میں گزارے اور اسی شہر میں ہی چند روز کی علالت کے بعد اس جہان فانی کو خیرباد کہا اور اپنی حجرے میں ہی جہاں ان کا قیام تھا انتقال فرمایا۔ اور آپ کے خلیفہ حضرت شیخ ہندی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو اسی مقام پر جہاں آپ نے وفات پائی تھی دفن کردیا گیا۔ جہاں آج بھی آپ کا مزار مرجع خلائق ہے اور آسمان ان کی لحد پر شبنم افشانی کرتا ہے۔

مقبرہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

سلطان ابراہیم بن سلطان مسعود غزنوی جب غزنی سے لاہور آیا تو اس نے

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مقبرہ کی تعمیر کروائی۔ سلطنت کے اندرونی خلفشار کی وجہ سے سلطان ابراہیم کو تقریباً" حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے آٹھ سال بعد ہندوستان کی طرف توجہ کا موقعہ ملا اور جب لاہور پہنچا تو آپ کے مزار پر حاضری دی اور مقبرے کی تعمیر کا حکم دیا' تصویر مزار تقریباً" ڈیڑھ درعہ طول اور سات درعہ عرض کا تعویز ہے۔ ایک ہی سنگ مرمر کی سل سے تعمیر کیا گیا ہے' خدا جانے یہ تختہ سنگ مرمر جس سے یہ تعویز نکالا گیا ہے کس قدر بڑا ہو گا اردگرد جو دو چھوٹی قبریں ہیں وہ شیخ احمد حماد سرخسی اور شیخ ابو سعید ہجویری کی ہیں۔

اگرچہ اب مزار کا احاطہ کچھ بہت بڑا نظر نہیں آتا' لیکن یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ جو مزار بادشاہ کے حکم سے بنایا جائے اس کی وسعت کہاں تک نہ ہوگی اب بھی آثار و شواہد یہ بتاتے ہیں کہ مزار میں بہت سی زمین شامل تھی' لیکن کچھ ناجائز قابضین کے ہاتھوں کم ہو گئی۔

مقبرہ عالیہ پر ہر وقت ایک غلاف پڑا رہتا ہے' تعویز کے گرد ایک چوبی پنجرہ ہشت پہلو بنا ہوا ہے' جس کی میاں عوض خاں فیلبان راجہ رنجیت سنگھ نے 1240ھ 1824ء میں تعمیر کروایا تھا۔ پہلے اس مزار پہ گنبد نہیں تھا' چنانچہ 1278ھ بمطابق 1861ء میں حاجی احمد سادھو کشمیری نے ایک نہایت خوب صورت گنبد بنوایا اور روضے کے گرد جو ہشت پہلو آئینے لگے ہوئے ہیں ان کو خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین مرحوم نے 1914ء میں لگوائے تھے' اس کے بعد مزار کی مرمت محمد گنائی کشمیری رئیس امرت سر نے کرائی۔ چبوترے کے گرد چاندی کا کٹہرا ہے یہ کٹہرا نواب غلام محبوب سُبحانی کا بنوایا ہوا ہے۔ بلور کا ایک فانوس بھی روضہ اقدس کے تعویز سے کچھ اوپر لٹک رہا ہے۔ جو خان بہادر شیخ نصیر الدین المتوفی 1920ء کا نذرانہ ہے۔

روضے کا گنبد ہشت پہلو بیضوی شکل کا ہے اندر کا فرش سنگ مرمر سے بنا ہوا ہے۔ چھت کے اوپر قیمتی مخمل سے چھت گری کی گئی ہے' جس پر بہت خوب صورت

کار چوبی کا کام کیا گیا ہے۔ 1938ء میں ماسٹر فیروز دین قلم کار نے پیتل پر رسول اللہ ﷺ کے روضہ اقدس کا نقشہ کھود کر بنایا اور اس پر گل کاری کی۔ 1823ء میں راجہ رنجیت سنگھ نے روضہ اقدس کا مرمت کروائی تھی اور نئی چھت ڈلوائی تھی' مزار مبارک کی سفیدی اور مرمت موراں طوائف' مہرنشان طوائف اور نواب شیخ امام دین صوبہ دار کشمیر نے کثیر رقم سے کروائی تھی۔

1943ء میں مولوی فیروز الدین مالک فیروز پرنٹنگ پریس لاہور نے روضہ مبارک کی کھڑکیاں نکلوا کر اس میں سنگ مرمر کی خوب صورت جالیاں لگوا دیں ہیں۔ جو سنگ تراشی کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ مولوی صاحب نے گنبد پر بھی بیش قیمت اور چمک دار چینی کی ٹائلیں لگوائی ہیں۔ جس سے گنبد کی خوب صورتی میں اضافہ ہوگیا ہے' مولوی صاحب کا کہنا ہے کہ اس پر ان کا تقریباً" سات ہزار روپیہ خرچ آیا تھا۔ مرقد کی چوکھٹ میاں عبدالمنان اور میاں غلام جیلانی تاجران لاہور نے بنوائی۔ روضہ مبارک سنہری چمکتا ہوا عکس مستری امیر مرحوم نے ایک ہزار روپیہ کا سونا لگوا کر بنوایا تھا' موجودہ غلام گردش امیر النساء اہلیہ میاں شاہ نواز نے سنگ مرمر کی تعمیر کروائی تھی۔

روضہ مبارک کی چھت پر قرآنی آیات

روضہ مبارک کی چھت پر نظر کی جائے تو ہمیں اس کی چھت پر قرآن مجید کی آیات اور خدا تعالیٰ کے پاک اسماء مبارک سے مزین نظر آتی ہے۔ ان آیات کی نقاشی پاکستان کے مایہ ناز کاتب حاجی دین محمد لاہوری نے نہایت فن کاری اور مشاقی سے کی ہے۔ گنبد کے بڑی دائری میں سورہ یاسین کی نقاشی کی گئی ہے' محرابوں پر حضور ﷺ کی شان میں شیخ سعدی کے چند اشعار اور قرآن کریم کی بعض دوسری آیات کندہ ہیں۔ گنبد کے درمیانی حصے میں ایک بڑا تازہ بنا ہوا ہے' جس کے گرد سورہ اخلاص کندہ کی گئی ہے اور باقی تمام جگہوں میں اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام بڑی خوب صورتی سے کنندہ

کئے گئے ہیں۔ مزار مبارک کی چھت پر آیات قرآنی اور خدا تعالیٰ کے اسمائے مبارک کے درمیان خالی جگہوں پر رنگین کام کیا گیا ہے۔ یہ تمام کام داتا صاحب کے ایک عقیدت مند میجر ابراہیم نے 2 رمضان 1960ء میں مکمل کیا تھا اور اس میں دو ماہ کا عرصہ صرف ہوا۔ قرآنی آیات کی کتابت کے درمیان خالی جگہ پر رنگوں کی آمیزش نے چھت کی خوب صورتی اور حسن کو دوبالا کردیا ہے۔

سنہری دروازہ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے لئے دروازے کا یہ تحفہ اصفہان کے ایک کاری گر نے اصفہانی قالین کی طرز پر تعمیر کیا ہے۔ یہ چاندی کا دروازہ ہے اور اس پر سونے کا پانی کیا گیا ہے' دروازے کی پیمائش 18x9 فٹ ہے۔

دسمبر 1974ء کو پاکستان کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو نے داتا دربار کے اس سنہری دروازے کی رسم افتتاح کی یہ دروازہ دربار کے جنوبی حصے میں' دربار کے سامنے سڑک کی جانب نصب ہے۔

قدیم کتب خانہ داتا دربار

مسٹر خالد محمود نے اپنی کتاب "داتا گنج بخش اور ان کا عہد" میں لکھا ہے افسوس کہ یہ بیش بہا تاریخی ذخیرہ بعض نااہل سرکاری ملازموں کی نالائقی سے ضائع ہوچکا ہے۔ جب محکمہ اوقاف نے داتا صاحب کے مزار کو اپنی تحویل میں لیا تو کسی نالائق افسر نے یہ سارے قلمی نسخے بوریوں میں ڈال کر راوی میں بہا دینے کے لئے بھیج دیئے۔ تاہم بعض اجزا دریا برد ہونے سے بچ گئے' اور نوادر کے شیدائی فقیر مغیث الدین مرحوم کے ہاتھ لگ گئے' اور یہ محفوظ ہوگئے' مرحوم نے اس تاریخی خزانے کے اتلاف ہونے کی کہانی خود بچشم نم سنائی اور بچے ہوئے اجزاء دکھائے۔ جن میں ایک اکبری دور کی

خطاطی کا نمونہ ہے' اگر یہ خزانہ نالائق اہل کاروں کے ہاتھ نہ لگتا تو آج دار القران میں موجود ہوتا۔

وہ قیمتی کتب کا خزانہ آپ کی وفات کے بعد ایک کتب خانے کی شکل میں موجود تھا۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہاں مسجد تعمیر کرائی تو اس کے ساتھ ہی ایک جھونپڑا تیار کرایا۔ آپ کے پاس کچھ کتب تھیں دوسرے علماء' فضلاء اور شیوخ نادر اور نایاب کتب جمع کرتے اور بطور تبرک کتب احادیث اور قرآن کریم بطور ایصال ثواب لے کر آتے تھے' بادشاہ اور عوام اپنے ہاتھوں سے کلام پاک لکھ لکھ کر یہاں بھجواتے اور یہ کتابیں اور قرآن پاک کے قلمی نسخے یہاں جمع ہوتے رہتے۔

جس کمرے میں قرآن شریف رکھے جاتے تھے' وہ بھائی ہیرا صاحب کنور نونہال سنگھ نے بنوایا تھا' بعد میں رانی جنداں والدہ مہاراجہ دلیپ سنگھ نے اس کو اور زیادہ کشادہ کرایا تھا۔

ایک قران پاک نواب حیدر آباد دکن نظام مومن الملک علاؤ الدولہ جعفر خان نصیری بہادر ناصر جنگ نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر نذرانہ پیش کیا تھا۔ انہوں نے قرآن مجید کے اور بھی کئی نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے' ان کو مدینہ منورہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر' اجمیر شریف میں حضرت معین الدین چشتی اجمیری' دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاء' حضرت نصیر الدین چراغ دہلی' حضرت سالار مسعود غازی اور جگہ میں حضرت سید گیسو دراز بند' نواز غریب نواز کے مقابر پر بھی ارسال کیا۔ نواب صاحب نے یہ قرآنی نسخہ 1724ء میں مجاور درگاہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کو نذر کیا۔ یہ جلد اس وقت ڈاکٹر محمد باقر ایم اے پی ایچ ڈی کے کتب خانے میں محفوظ ہے' تاریخ لاہور کے مصنف رائے بہادر کنہیا لال کی کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک قرآن شریف محمد خاں چٹھہ احمد نگر قصبہ ضلع گوجرانوالہ نے بطور نذر پیش کیا تھا۔ ایک قرآن احمد بخش لاہوری نے پیش کیا۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ نے بھی ایک قرآن نذر کیا تھا' جس کی لمبائی دس گرہ تھی جو پشاور فتح کرنے کے بعد اس نے وہاں سے حاصل کیا تھا۔ اس طرح ایک اور قرآن پاک میاں صمد کشمیری جو کہ پشمینہ کا سوداگر تھا نے نذر کیا اس کا طول دس گرہ تھا۔ ایک اور نسخہ قرآن میاں غلام یاسین خوش نویس لاہوری کا نذر کردہ ہے۔ اس کا طول بھی دس گرہ ہے' ایک اور بہت قدیم قرآن مجید کا نسخہ جو بہاری خط میں تحریر کردہ ہے اور مشک سے لکھا گیا ہے۔ اور قرآن شریف ملتانی خطہ میں تحریر کیا ہوا ہے۔ ایک قرآن پاک غزنوی حکمران سلطان ابراہیم غزنوی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ ایک اور قرآن سلطان شمس الدین التمش کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے' حجرہ کلام پاک میں حضرت شیخ سعدی اور سلطان اورنگ زیب عالمگیر کے ہاتھوں کی لکھی ہوئی جلدیں بھی موجود ہیں۔ اورنگ زیب کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن داتا صاحب کی مسجد کے امام کے پاس بھی محفوظ ہے۔

لیکن افسوس کا مقام ہے کہ جب 1960ء میں درگاہ کا انتظام محکمہ اوقاف نے سنبھالا تو نادر کتب قرآن حکیم کے نسخے اور دیگر تبرکات گنج بخش دریا برد کرکے ضائع کردیئے گئے۔

جو عمارات ختم ہوگئیں

جنوب اور مشرقی حجرے یہ وہ دو منزلہ حجرے تھے جو فقراء اور مساکین کے قیام کے لئے تعمیر کئے گئے تھے اور جسے لاہور کے ایک امیر خان بہادر میاں محمد بخش دالگر نے بنوایا تھا جب دربار کی تجدید نو کی گئی تو ان حجروں کو گرا دیا گیا اور اب ان کی جگہ ایک عالی شان دروازہ بنا دیا گیا ہے۔ اور سر سید مراتب علی اس خوب صورت دروازے کے اخراجات اٹھائے تھے۔

قیمتی پتھر

سرخی پتھر سکھوں کے عہد میں رنجیت سنگھ کے حکم سے مزار پر لگے ہوئے قیمتی پتھر اور جواہر سکھ حکمران نکال کر لے گئے اور اب نہ تو قیمتی پتھر ہیں اور نہ ہی جواہرات موجود ہیں۔

دالان سنگ سیاہ

نواب میر مومن خاں نائب ناظم لاہور کی قبر کے پاس کسی زمانے میں ایک دالان سنگ سیاہ کا ہوا کرتا تھا۔ جو کہ نواب خان خانان نے شہنشاہ اکبر کے عہد میں تعمیر کروایا تھا۔ 1812ء کے زلزلے میں یہ دالان منہدم ہو گیا اور اب موجود نہیں ہے' نالائق اہل کاروں کے ہاتھ نہ لگتا تو آج دارالقرآن میں وجود ہوتا۔

نو تعمیر ڈیوڑھی

یہ ڈیوڑھی میاں غلام حسین ولد حاجی غلام حسن مرحوم نے جنوری 1905ء میں بنوائی تھی۔ محکمہ اوقاف نے اس کو گرا کر نیا دروازہ بنا دیا اس کا خوب صورت اور چمکتا ہوا فرش میاں عبدالمنان مالک پیراماؤنٹ ٹاکیز بھاٹی دروازہ نے 1930ء میں لگوایا تھا جو سنگ مرمر کا تھا۔

دالان رانی چند کور

ان دالان کی تعمیر رانی چندر کو والدہ کنور نونہال سنگھ اہلیہ راجہ کڑک سنگھ نے کروائی تھی۔ کسی زمانے میں اس دالان میں قرآن پاک رکھے جاتے تھے۔ اس دالان کو بھائی ہیرا سنگھ کنور نونہال سنگھ نے شروع کرایا تھا۔ مگر رانی چندر کور نے اس کی تکمیل کی تھی۔ مہارانی نے یہ دالان 1938ء میں تعمیر کروایا تھا۔ اب یہ دالان مسجد میں آگیا

ہے۔

اکبری دالان

شہنشاہ اکبر نے اپنے زمانے میں روضہ اقدس کے جنوب کی طرف ایک خوب صورت دالان تعمیر کروایا تھا جو کہ اب موجود نہیں ہے۔

عمارات

رائے بہادر کنہیا لال تاریخ لاہور رقم طراز ہیں کہ اس خوب صورت اور متبرک مقبرے کے گرد بڑی بڑی عالی شان عمارتیں تھیں، مگر سب کی سب سکھوں نے تباہ کردیں، راجہ رنجیت سنگھ اگرچہ مزار کا بہت ادب کرتا تھا، اور ہزاروں روپے نذرانے کی صورت میں بھجواتا تھا مگر باہر کی عمارت اس نے ایک بھی نہ چھوڑی، سب کے پتھر اتروا کر ان کی بنیادیں تک زمین سے نکلوا دیں، صرف مزار کا مکان باقی رہ گیا۔

کبوتر خانہ

مقبرہ کے ساتھ ہی ایک مکان کبوتروں کے لئے بنا ہوا تھا، جس میں ہزاروں کبوتر رہتے تھے، وہ بھی موجود نہیں۔

مزار کے احاطہ کی اندرونی عمارتیں اور قبریں

مسجد

یہ مسجد وہی ہے جس کی بنیاد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے خود اپنے ہاتھوں سے

رکھی تھی جو آپ کے زمانے میں تعمیر ہوئی تھی' جس کی شکل و صورت اگرچہ تعمیر ثانی اور ثالث سے بدل گئی ہے' لیکن جگہ وہی ہے مسجد کی موجودہ چھت چادری ہے۔ محراب پر کلمہ طیبہ کندہ ہے اور سنگ مرمر کا ایک منبر بھی موجود ہے۔ ایک معلق لیمپ جو میاں احمد دین کشمیری ٹین سمتھ و ٹھیکیدار کا نذر کیا ہوا ہے آویزاں ہے ایک لالٹین بھی جو اسی ٹھیکے دار نے نذر کی تھی' مزار کے احاطہ میں نصب ہے' مسجد کے سامنے ایک وسیع صحن ہے جس میں وضو کرنے کے لئے حوض بنا ہوا ہے' تحقیقات چشتی سے معلوم ہوتا ہے کہ مسجد کی تعمیر گلزار شاہ سادھو نے بھی سابقہ جگہ کی بنیاد پر ہی کرائی تھی۔ پہلے اس مسجد کے گنبد نہیں تھے صرف چوبی چھت تھی' گلزار شاہ نے گنبد بھی تعمیر کروائے۔

حجرہ اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین چشتی

حضرت خواجہ معین الدین چشتی جب ہندوستان تشریف لائے تو لاہور میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے مزار مبارک پر معتکف ہوئے اور چلہ کشی کی۔ ان کا حجرہ جس میں وہ معتکف ہوئے مسجد کے سامنے ایک دو میٹر کے فاصلے پر واقعہ ہے۔ حجرہ کا دروازہ چھوٹا سا ہے اکبر بادشاہ کے حکم سے اس کے گنبد کی تعمیر کی گئی تھی۔ اب سنگ مرمر کے ایک پتھر پر چھوٹے سے دروازے کے اوپر یہ عبارت تحریر ہے۔

"حجرہ اعتکاف حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ"

اس حجرے کے اندر سیاہ اور سفید رنگ کا خوب صورت فرش ہے' جس کو خان بہادر میاں محمد بخش دالگر مرحوم ٹھیکیدار نے تعمیر کروایا تھا۔

مسجد کے صحن میں قبر

مسجد کے صحن میں حجرہ اعتکاف حضرت معین الدین چشتی کے عقب میں ایک

بہت پرانی قبر ہے۔ جو سید حضوری شاہ کی بیان کی جاتی ہے۔ مجاوروں کا کہنا ہے کہ یہ بزرگ حضرت داتا صاحب کے قریب کے زمانے میں گزرے ہیں۔

مجاروں کی قبریں

مسجد کی مشرقی طرف زینہ حجرہ اعتکاف خواجہ معین الدین چشتی کے سامنے ایک چھوٹی سی پختہ قبر زینے کے ساتھ بنی ہوئی ہے۔ جو حضرت داتا گنج بخش کے مزار کے سب سے پہلے مجاور شیخ ہندی کی تیرھویں پشت کے ایک مجاور شیخ سلیمان کی ہے۔ تاریخوں میں اس قبر کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ قبر شہنشاہ اکبر کے زمانے میں بنی تھی۔ حضرت داتا گنج بخش کے روضہ کے سامنے اور مشرقی سمت جو بہت چھوٹی چھوٹی قبریں بنی ہیں۔ وہ سب مجاوران قدیم کی ہیں اور انہی میں دو قبریں جو اکٹھی بنی ہیں اور سب سے الگ ہیں ایک قبر سب سے پہلے مجاور شیخ ہندی کی بیان کی جاتی ہے۔ جنوب کی طرف بھی مجاوروں کی دو قبریں ہیں جن کا انتقال ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔

میاں محمد بخش مرحوم نے جب نئے دالان اور کمرے تعمیر کرائے تو ایسی قبریں بھی جو احاطہ مزار سے باہر تھیں چار دیواری کے وسیع ہونے کی وجہ سے مزار کے احاطہ کے اندر آگئیں۔ جنوب کی طرف جو قبریں ہیں وہ بھی مجاوروں کی ہیں اور ان پر ان کے نام اور سن وفات تحریر تھا۔

گورنر کشمیر اور ان کے خاندان کی قبریں

جس دالان میں قرآن پاک رکھے ہوئے ہیں اور جہاں لوگ بیٹھ کر تلاوت کلام پاک کرتے ہیں۔ اس کی ساتھ ایک دالان میں نواب شیخ امام الدین صاحب صوبہ کشمیر کے گورنر کی قبر ہے۔ ان کی وفات 1275ء میں ہوئی تھی۔ آپ کی قبر کے ساتھ آپ

کے خاندان کے دیگر لوگوں کی قبریں ہیں۔ جن میں شیخ فیروز الدین سابق وزیر بہاولپور تاریخ وفات ان کی 1299ء ہے اور ایک عورت جس کی تاریخ وفات 1289ء ہے' اس کی قبر موجود ہے۔ والان سے ذرا باہر نواب غلام سبحانی مرحوم کے خورد سال صاحبزادے کی قبر بھی ہے۔

خان بہادر میاں محمد بخش کے تعمیر کردہ کمرے

خان بہادر میاں محمد بخش مرحوم ٹھیکے دار نے کثیر رقم خرچ کرکے مزار کے احاطہ کے اندر بہت خوب صورت اور عالی شان دو منزلہ کمرے تعمیر کرائے ہیں۔ نچلے حصے کے دروازے تو احاطہ سے باہر کی طرف ہیں ان میں عام مسافر اور فقیر فقراء رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ ان کمروں کی چھت مزار مبارک کی سطح زمین کے برابر ہے۔ اس لئے ان پر چھت ڈلوا کر ان کو دو منزلہ بنا دیا گیا ہے تاکہ سردی گرمی میں عام لوگ یہاں رہ سکیں' مندرجہ ذیل اشعار بطور قطعہ تاریخ اس نئی عمارت کے مشرقی دروازے کے اوپر سنگ مرمر کے اوپر کندہ ہیں۔

توسیع نو

حضرت داتا صاحب کا مزار مبارک 11 جنوری 1960ء بروز پیر سے محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے۔ ان 38 سالوں میں دربار شریف کی تمام قدیم عمارتوں کی جگہ نئی عمارات نے لے لی ہے۔ محکمہ اوقاف نے دربار کو اپنی تحویل میں لیتے ہی اس کی توسیع نو کی منصوبہ بندی شروع کردی تاکہ زائرین اور عقیدت مندوں کو سہولیات بہم پہنچا سکیں۔ ابتدائی منصوبہ بندی میں اس دربار کے ساتھ ایک عظیم الشان مسجد کی تعمیر شامل تھی۔ چنانچہ اس مسجد کی تعمیر کے لئے ڈیزائن کیلئے ایک بین الاقوامی مقابلہ ڈیزائن منعقد کرایا گیا۔ جس میں مختلف ممالک سے ماہرین تعمیرات نے حصہ لیا اور ایک اعلیٰ سطح

کمیٹی جس کے سربراہ اس وقت کے صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق تھے۔ ان کی سرکردگی میں موصول ہونے والے ڈیزائنوں کا جائزہ لیا گیا اور 19 فروری 1980ء کو نقوی اینڈ صدیقی کا ڈیزائن منتخب کرلیا گیا۔ اس ڈیزائن کی خوبی یہ تھی کہ اس میں بادشاہی مسجد لاہور، شاہی مسجد ٹھٹھہ، مسجد وزیر خان اور برادر اسلامی ملک ترکی کی گرین مسجد کی اعلیٰ طرز تعمیر کی روایات کو یک جا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جنرل محمد ضیاء الحق نے 28 جنوری 1978ء کو اس عظیم الشان مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور تقریباً" ڈیڑھ کروڑ روپیہ کی مالی مدد کی۔ جناب میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان جو کہ اس وقت وزیر اعلیٰ پنجاب تھے نے اپنی ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے منصوبہ کی تکمیل کے لئے مکمل سرپرستی کا عہد کیا۔

مسجد کی توسیع کے لئے مطلوبہ قطعہ اراضی دستیاب ہونے پر مسجد کی باقاعدہ تعمیر 1982ء کے وسط میں شروع ہوئی یہ مسجد دربار حضرت داتا صاحب سے ملحق ہے اس وجہ سے یہ مسجد جامع مسجد داتا گنج بخش کے نام سے معروف ہے۔ مسجد کی تعمیر کا کام 1989ء میں مکمل ہوا اور اس کا افتتاح 28 ربیع الثانی بمطابق 1410ھ 28 نومبر 1989ء دو بجے بعد دوپہر جناب میاں محمد نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب نے کیا۔ اس موقعہ پر بہت سے مقامی اور غیر مقامی علماء و مشائخ اور دانش وروں نے شرکت کی۔ بھارت سے جامع مسجد دہلی کے امام عبد اللہ بخاری، سجادہ نشین درگاہ حضرت نظام الدین اولیاء نے بھی شرکت کی اور یہ بات محکمہ اوقاف کے لئے باعث صد افتخار ہے۔

محکمہ اوقاف کی آمدنی - 96-1995ء کے مالی سال کے دوران پہلے آٹھ ماہ یعنی جولائی 1995ء سے فروری 1996ء میں حقیقی آمدنی 10 کروڑ 44 لاکھ 24 ہزار 647 روپے ہوئی، جب کہ مالی سال 97-1996ء کے پہلے آٹھ ماہ کی آمدنی 11 کروڑ 27 لاکھ 60 ہزار 427 روپے ہوئی۔ اس طرح سال رواں یعنی 98-1997ء کے پہلے آٹھ ماہ کی حقیقی آمدنی 11 کروڑ 30 لاکھ 40 ہزار 809 روپے آمدنی ہوئی۔

مساجد و مزارات اور ترقیاتی منصوبے

محکمہ اوقاف پنجاب کے قیام کا مقصد علماء کرام کے علمی اور فکری خیالات کی اشاعت کے ساتھ اس وقف اراضی کی نگہداشت بھی شامل ہے جو دربار کے لئے وقف کردی گئی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے محکمہ ہر سال دربار سے وابستہ مزارات اور مساجد کی تعمیرو مرمت اور تزئین و آرائش کا کام بھی کرتا ہے اور اس کے لئے ایک خاصی رقم رکھی جاتی ہے۔ حکومت پنجاب سے کسی قسم کی کوئی گرانٹ نہیں دی جاتی۔

اس طرح 65 منصوبہ جات پر کام ہورہا ہے جس میں دربار شریف کی خصوصی مرمت بھی شامل ہے جس پر اندازاً 36 ملین روپے سے زیادہ اخراجات ہوں گے اس کے علاوہ 11 منصوبہ جات ایسے ہیں جن پر کام شروع کیا جائے گا اور ان پر اخراجات کا تخمینہ ساڑھے گیارہ ملین روپے ہوں گے۔ اس طرح دیگر کاموں پر اخراجات کا اندازہ 48 ملین روپے ہے۔ اس کے علاوہ ایک بڑا پراجیکٹ داتا دربار کمپلیکس کے نام سے بھی شروع کیا گیا ہے جس پر تقریباً ساڑھے بائیس کروڑ روپے لاگت آئے گی۔ اس کے علاوہ ارکیالوجی ڈیپارٹمنٹ بھی نو منصوبہ جات پر کام کررہا ہے، جس پر محکمہ اوقاف نے انہیں ساڑھے چودہ کروڑ روپے ادا کردیئے ہیں۔

مزار داتا صاحب عرس

بزرگان دین کے عرس اور میلے منائے جاتے ہیں، تاکہ ان کی تعلیمات ارشادات

اور خیالات سے لوگوں کو آگاہ کیا جائے اور ان کی زندگی کے روشن پہلو سے زائرین کو آگاہ اور روشناس کرایا جائے تاکہ ان کے بعد بھی ان کی تعلیمات کا سلسلہ جاری رہے۔

حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر درج ذیل میلے زائرین منعقد کرتے ہیں اور آپ

کے مزار مبارک پر عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہیں۔

1. چھوٹا عرس جو 19 صفر کو ہوتا ہے۔

2. بڑا عرس جو 20 صفر کو ہوتا ہے۔

3. اخری چہار شنبہ کو یہاں قوالی ہوتی ہے اور لوگوں کا جم غفیر ہوتا ہے۔

4. 9 محرم کو غسل ہوتا ہے اور بہت سے لوگ جمع ہوتے ہیں۔

حضرت داتا گنج بخش کے مزار مبارک کو ہر سال 9 محرم یعنی ان کے عرس کی تاریخ سے چالیس روز پہلے غسل دیا جاتا ہے اور پھر ان کا 19 اور 20 صفر کو سالانہ عرس منایا جاتا ہے' ان کے عرس کے موقعہ پر زائرین پاکستان کے تمام شہروں سے حاضری دینے کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا ہجوم ہوتا ہے کہ اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ مزار کو غسل دینے کے لئے کئی من عرق گلاب اور کیوڑہ استعمال کیا جاتا ہے اور مزار کو غسل دیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر زائرین کی تعداد تقریباً" سات سے دس لاکھ کے قریب ہوتی ہے جو دونوں دن حاضر ہوتے ہیں۔ احاطہ مزار کو بجلی کی رنگ برنگی روشنیوں سے منور کیا جاتا ہے۔ فقراء اور عام مساکین کے لئے لنگر سے کھانا تقسیم ہوتا ہے۔ عقیدت مند نذریں چڑھاتے ہیں اور مجاوروں میں سے بعض کی دستار بندی کی جاتی ہے۔ پوری فضاء پھولوں کی خوشبو سے لبریز ہوئی ہے۔ زائرین ہزاروں کی تعداد میں مقبرے کے گرد قرآن پاک کی تلاوت میں دن رات مصروف نظر آتے ہیں۔ احاطہ سے باہر قوالی کی ایمان افروز محفلیں منعقد کی جاتی ہیں اور نامور قوال اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

دربار کے اندر بڑے بڑے علماء مجلس وعظ منعقد کرتے ہیں۔ جن سے لاکھوں لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ لیکن افسوس کا مقام ہے کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مزار کے احاطہ کے باہر لوگوں کا ہجوم طوفان بدتمیزی کا مظاہرہ کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ان کو باطنی طور پر عرس داتا گنج بخش سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ان کی تعداد ہزاروں تک ہوتی ہے۔ لیکن کسی کی زبان سے آپ کے فضائل کا ذکر نہیں سنا جاتا۔ لوگ اس عرس کو میلے کی طرح کی چیز سمجھتے ہیں اور اس میں شمولیت ان کے لئے باعث ثواب و برکت ہے، مگر انہیں حضرت داتا گنج بخش کے فضائل و مراتب اور ان کے بیش قیمت خیالات سے آگاہی نہیں اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ اس موقعہ پر آپ کی وہ تعلیمات ایثار و تکالیف جو آپ نے مذہب کے لئے اٹھائیں وہ سب مسلمانوں کی غیرت و حمیت کو جگانے کے لئے دہرائی جائیں۔ مزار کے اندرونی و بیرونی حصہ میں عرس کے موقعہ پر عالمان دین کے وعظ کثرت سے ہونے چاہئیں۔

اقوال زریں حضرت داتا گنج بخش

حضرت داتا گنج بخش کی زبان کا ایک ایک لفظ گوہر ابدار کی مانند ہے، جس پر وقت کی دھول نہیں پڑی، جس کی چمک و آب و تاب سے آج بھی قلب و نظر میں روشنی پیدا ہوتی ہے۔ انہوں نے دین داروں اور دنیا داروں کے لئے اپنے کلمات طیبہ اور اقوال زریں کا ایسا لازوال خزانہ چھوڑا ہے جس پر اگر کوئی عمل کرے تو کبھی راہ راست سے نہ بھٹکے۔ کچھ اقوال زریں ان کی کتاب کشف المحجوب اور کشف الاسرار سے قارئین کے لئے منتخب کئے گئے ہیں درج ذیل ہیں۔

1 جو ولی کی معرفت کے نہ ہونے کے قائل ہیں ان کا قول معتبر نہیں۔

2 روح ایک لطیف شے ہے جو خدائے بزرگ و برتر کے حکم سے آمد و رفت رکھتی ہے۔

3 جو لوگ خدا کی رحمت سے ناامید ہوئے، انہوں نے کفر اختیار کیا اور وحدت سے انکار کیا بے شک ناامیدی شرک کی دلیل ہے۔

4 خداوند تعالی شکستہ دلوں میں پایا جاتا ہے۔

5 ولی مخصوص ہے کرامتوں سے اور نبی معجزوں سے۔

6 علم سے بے پرواہی کرنا محض کفر ہے۔

7 تجھے لازم ہے کہ اپنے ماں باپ کو اپنا قبلہ سمجھے۔

8 لوگوں نے حرص کا نام شریعت اور تکبر کا نام عزت رکھ لیا ہے۔

9 غافل علماء وہ ہیں جنھوں نے دنیا کو اپنے دل کا قبلہ بنا لیا ہے۔

10 پیٹ بھر کر کھانا جانوروں کا کام ہے اور یہ کوئی خوبی نہیں۔

11 بے علم بادشاہ، بے عمل عالم، اور بے توکل فقیر شیطان کی نزدیکی کا باعث ہیں۔

12 استاد کا حق ضائع نہ کر۔

13 حرام کے لقمہ سے پرہیز کر۔

14 بھید کو نہ کھول اور نماز کو نہ بھول۔

15 اگر کسی کی ایک کھجور کی گٹھلی بھی تجھ پر نکلتی ہو' اس سے سبکدوشی حاصل کر۔

16 سچ جانو کہ تم ناپاک مٹی کا صرف ایک قطرہ ہو پھر اس تکبر و نخوت سے کیا حاصل۔

17 اے دانا! ہماہمی کے خیال کو اپنے دل سے نکال اور مرد مسافر ہوجا۔

18 ہر نبی لازماً" ولی ہوتا ہے لیکن کوئی بھی ولی پیغمبر نہیں ہوسکتا۔

19 یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنا چاہئے' کیوں کہ یہ ایک بہترین فرض ہے۔

20 تھوڑی غذا کھانے سے عمر زیادہ طویل ہوتی ہے۔

21 پروانہ شمع پر ہی جان دیتا ہے' پس اگر پروانہ کی طرح یہ جان بھی اسی (شمع حقیقت) کے غم میں جل مرے تو بڑی بات ہے۔

22 علی کو پہلے شکر کا خزانہ بخش اور پھر فقر کی دولت عطا فرما پہلے اسے کدورت سے پاک فرما اور پھر اپنا بھید مرحمت فرما پہلے صبر کی لذت عنایت کر اور پھر رنج و بیماری بھی بخش۔

23 مبتدی کو چاہئے کہ راگ اور سماع سے پرہیز کرے کیوں کہ یہ راستہ اس کے لئے بہت مشکل ہے۔

24 جوانوں کو چاہئے کہ وہ بوڑھوں کا احترام کریں' کیوں کہ وہ ان سے زیادہ متقی عابد اور تجربہ کار ہوتے ہیں' بوڑھوں کو چاہئے کہ جوانوں کا پاس خاطر کریں کیونکہ ان کے گناہ کم ہوتے ہیں۔

25 عارف عالم بھی ہوتا ہے مگر ضروری نہیں کہ عالم عارف بھی ہو۔

26 تحفہ و ہدیہ و خیرات وغیرہ کے طور پر جو چیز بے طلب خود بخود سامنے حاضر ہوجائے اسے رد نہ کر۔

27 فقیر کو چاہئے کہ مرشد ہی کی حضوری رکھے یعنی مرشد کو اپنے پاس ہی سمجھے، جو دریائے معرفت کا غوطہ خور ہو نہ کہ کنارہ پر رہنے والا۔

28 مخلوق کا مخلوق سے مانگنا ایسا ہی ہے جیسا ایک قیدی دوسرے قیدی سے مدد مانگے، پس مخلوق سے سوال نہ کر، صرف اللہ پاک سے مانگ جو ساری مخلوق کا خالق ہے۔

29 محبت حال ہے اور حال کبھی قال نہیں ہوتا یعنی اگر محبت زبردستی پیدا کرنا چاہو تو نہیں کرسکتے، کیوں کہ یہ عطائے الٰہی ہے یہاں زور و زر کا کام نہیں۔

30 جو لوگ حضور ﷺ کی حدیث کے تابع ہیں کہ انہوں نے نفس کی تابعداری چھوڑ دی، ان کے وجود کی برکت سے آسمان سے بارش ہوتی ہے اور زمین سے نباتات پیدا ہوتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں فجر کی نماز اور دعا کے وقت قصیدہ بردہ شریف کے یہ اشعار بھی پڑھے جاتے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ مُنْشِی الْخَلْقِ مِنْ عَدَمٖ
ثُمَّ الصَّلٰوۃُ عَلَی الْمُخْتَارِ فِی الْقِدَمٖ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو مخلوق کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے پھر شروع سے مختار نبی پر درود پاک نازل ہو

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمٖ

اے میرے اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے درود، سلام نازل فرما اپنے حبیب پر جو تمام مخلوق سے بہترین، اعلیٰ ہیں

يَا اَكْرَمَ الْخَلْقِ مَا لِيْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاكَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ

اے مخلوق میں سے زیادہ مہربانی، کرم کرنے والے میرے لئے کون ہے
آپ کے سوا جس کی پناہ لوں حادثوں اور بلاؤں کے پہنچنے کے وقت

وَلَنْ يَّضِيْقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ جَاهُكَ بِيْ
اِذَا الْكَرِيْمُ تَجَلّٰى بِاسْمٍ مُنْتَقِمٍ

میری شفاعت کرنے کے وقت حضور کا مقام، مرتبہ کم نہ ہوگا
جس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نام منتقم کے ساتھ جلوہ افروز ہوگا

فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

تو بے شک دنیا اور آخرت آپ کی بخششوں میں سے
ہیں آپ کے علوم میں سے لوح، قلم ایک علم ہے

ثُمَّ الرِّضَا عَنْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعَنْ عُمَرٍ
وَعَنْ عُثْمَانَ وَعَنْ عَلِيٍّ ذِي الْكَرَمِ

پھر ان پر جو حضرت ابو صدیق اور حضرت عمر فاروق اور حضرت علی
اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جو اہل کرم ہیں ان پر فضل فرما

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٖ

حضور علیہ الصلوۃ والسلام دونوں جہانوں اور جن اور انسانوں کے اور دونوں فریقوں یعنی عرب، عجم کے سردار، والی ہیں

نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِيْ فَلَا اَحَدٌ
اَبَرَّ فِيْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمٖ

ہمارے نبی نیکی کا حکم کرنے والے برائی سے روکنے والے ہیں کوئی بھی ان جیسا کلام، بات میں ہاں اور نہ کرنے کے اعتبار سے زیادہ سچا، سچا نہیں

فَاغْفِرْ لِنَاشِدِهَا وَاغْفِرْ لِسَامِعِهَا
لَقَدْ سَأَلْتُكَ يَا ذَا الْجُوْدِ وَالْكَرَمٖ

یااللہ مصنف اور پڑھنے سننے والے کے لئے بخشش فرما اے جود، کرم کے مالک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں

جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْاَشْجَارُ سَاجِدَةً
تَمْشِيْ اِلَيْهِ عَلٰى سَاقٍ بِلَا قَدَمٖ

آپ ﷺ کے بلانے پر درخت سجدہ کرتے ہوئے آئے اپنی پنڈلیوں پر بغیر پاؤں کے چل کر آئے

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کا ختم شریف
وصال معظم 9 محرم الحرام 465ھ

سورہ الفاتحہ 70 مرتبہ، تیسرا کلمہ 375 مرتبہ، سورہ اخلاص 100 مرتبہ، آیتہ کریمہ 500 مرتبہ، **خذ بیلی شیئا للّٰہ یا حضرت شھنشاہ سید علی مخدوم ہجویری صاحب المدد** 500 مرتبہ، کلمہ طیب 500 مرتبہ، درود شریف 500 مرتبہ پھر ذکر اور دعا:-

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد میں فجر کی نماز اور دعا کے بعد جو اشعار پڑھے جاتے ہیں وہ یہ ہیں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

گنج بخشی آپ کی آفاق میں مشہور ہے — دل دہی خستہ دلوں کی آپ کا دستور ہے
نرغہ اعداء میں یہ قلب حزیں محصور ہے — المدد یا گنج بخش منتظر مجور ہے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

گنج عرفان الٰہی نیز گنج عافیت — کن عطاء یا رب بایں مسکیں بنام گنج بخش

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

یا علی مخدوم ہجویری برائے ذات خویش غیر کا ہونے نہ دو ہم کو گدایا گنج بخش

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

گنج بخشی آپ کی مشہور ہم پہ کر کرم کر کرم کرو کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

اور کبھی کبھی فجر کی نماز اور دعا کے بعد یہ شعر بھی پڑھے جاتے ہیں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

بحر غم میں ہوتی ہے زیرو زبر کشتی میری لو خبر بہر محمد مصطفےٰ یا گنج بخش

یا گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

مہرباں ہو کر ہماری مشکلیں آساں کرو صدقہ حضرت علی مرتضیٰ یا گنج بخش

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

یا علی مخدوم ہجویری برائے ذات خویش غیر کا ہونے نہ دو ہم کو گدایا گنج بخش
گنج بخشی آپ کی مشہور ہم پہ کر کرم کر کرم کروا کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد شریف میں صبح کی آذان سے پہلے یہ درود شریف پڑھا جاتا ہے

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَامَحْبُوْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَانُوْرَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَانُوْرًا مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَارَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاشَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَااِمَامَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَااِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَااِمَامَ الْمُجَاہِدِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَااِمَامَ الْاَوْلِیَاءِ وَالْاَنْبِیَاءِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَانُوْرَ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَانُوْرَ قُلُوْبِ السَّالِکِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ قُلُوْبِ الشَّاہِدِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ قُلُوْبِ الْعَاشِقِیْنَ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ قُلُوْبِ النَّاظِرِیْنَ

ابو الطاہر فدا حسین فدؔا

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مصحفِ اسرارِ حق بیشک ہے روئے گنج بخش
مخزنِ علمِ لدُنّی گفت گوئے گنج بخش

رشکِ فردوسِ اعلیٰ ہے جو کوئے گنج بخش
دِل کھچا جائے مرا پھر کیوں نہ سُوئے گنج بخش

ہیں نگاہِ قُدسیاں میں بھی عظیم المرتبت
اللہ اللہ! بارک اللہ آبروئے گنج بخش

لُطفِ حق سے تھا انہیں حاصل حضوری کا شرف
دیدِ روئے مصطفےٰ تھی آرزوئے گنج بخش

پی رہے ہیں تشنہ کامانِ محبّت خُم پہ خُم
بادۂ عشقِ نبی ہے در سبُوئے گنج بخش

سیرتِ اقدس ہے، انکی آئینۂ شرع و دین
مرأتِ فقر و غنا و خُلق، خُوئے گنج بخش

منکشف ہوتے ہیں بیشک اُس پہ اسرارِ نہاں
ہو ارادت سے جو کوئی روبروئے گنج بخش

کب تہی دست اُنکے در سے ہی پھرا سائل کوئی
بحرِ الطاف و کرم جاری ہی جُوئے گنج بخش

اُنکے ذکرِ حق میں ذوق و وجد کی کیفیّتیں!
رقّت و سوزِ دروں تھا در گلوئے گنج بخش

بے مُراد و بے ادب، گستاخ بدبختِ ازل
مُنکرِ منشائے فطرت ہے، عدُوئے گنج بخش

مہبطِ نُورِ معارف ہے فدؔا قلبِ حضُور
ہو نہ کیوں ہر اہلِ دِل کو جستجوئے گنج بخش

صاحبزادہ سیّد نصیر الدین نصیؔر گولڑہ شریف

ہمارا داتا

ہر کڑے وقت میں ہے سب کا سہارا داتا
سارے داتاؤں کا داتا ہے ہمارا داتا

کی مدد تو نے مجھے جب بھی پکارا داتا
تیری خیرات پہ ہوتا ہے گزارا داتا

یہ سعادت بنے بخشش کا اشارا داتا
قبر سے لے کے اٹھوں نام تمہارا داتا

کیوں نہ ہو مجھ کو دل و جان سے پیارا داتا
زندگی ایک تلاطم ہے! کنارا داتا

سر جھکانے نہیں دیتا کسی چوکھٹ پہ مجھے
تیری غیرت، تری نسبت کا سہارا داتا

دِل ہو انوار سے معمور! مقدر جاگے
جس طرف ہو تری رحمت کا اشارا داتا

نام آجائے ترا لب پہ جو غرقابی میں
لینے آئے مجھے طوفان میں کنارا داتا

دِلِ بیتاب کی تسکین مرے بس میں نہیں
لو سنبھالو! کہ یہ ہے کام تمہارا داتا

آج انوارِ محمد سے فضا ہے جگمگ
اللہ اللہ یہ منظر یہ نظارا داتا

بس یہی میری دُعا ہے مری حسرت مری آس
آ سکوں پھر تری چوکھٹ پہ دوبارا داتا

روشنی شمعِ شریعت میں تری ذات سے ہے
گلشنِ دیں ترے ہاتھوں نے سنوارا داتا

شہرِ لاہور پہ کیوں بارشِ انوار نہ ہو
سج رہا ہے حسنی راج دلارا داتا

غوثِ اعظم کے حوالے سے نصیؔر آیا ہے
اِک نظر اس پہ بھی ہو جائے خدا را داتا

ابوالعاصم محمد سلیم حماد

داتا حضور ہیں

در سرتاج انبیاء کے سائل — گنج بخشی پہ وہ سدا مائل
شرع و دینِ حبیب کے قائل — قصدِ شیطان کی راہ میں حائل
داتا حضور ہیں

لطف و جود و کرم سے ہیں معمور — مرقدِ پاک جلوہ زارِ نور
قاطعِ شرک کفر سے نافور — مے عشقِ حبیب سے مخمور
داتا حضور ہیں

فقہ و دیں کی حقیقتوں کا نشاں — علم و عرفاں کی روشنی کا جہاں
نورِ حق کی تجلیوں کا سماں — حور و غلمانِ خلد کے مہماں
داتا حضور ہیں

حق و صدق و شعور کی آواز — درد مندوں کے مونس و دمساز
چرخِ دنیائے فقر کے شہباز — مرکزِ نور جلوہ ہائے ناز
داتا حضور ہیں

اہلِ فقر و غنا کے سلطاں بھی — آرزوئے شہِ رسولاں بھی
زہد و تقویٰ کے حسنِ فیشاں بھی — قلبِ حمّاد کے نگہباں بھی
داتا حضور ہیں

اقوالِ

حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ "لاہور"

(۱) جس کام میں نفسانی غرض شامل ہو جاتی ہے اس سے خیر و برکت اُٹھ جاتی ہے۔

(۲) نفسانی خواہشات کی تکمیل دروازۂ دوزخ کی چابی ہے۔ اور خواہش و شہوت کی پیروی نہ کرنا بہشت کی چابی ہے۔

(۳) میری کتاب "کشف المحجوب" سے وہی لوگ فائدہ اٹھائیں گے جو وقتی اور عارضی غفلت میں مبتلا ہیں۔ حق و صداقت کا انکار جن لوگوں کا حصّہ بن چکا ہے انہیں اس سے کچھ فائدہ نہ ہو گا

(۴) اتنا اندازۂ علمِ شریعت حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے جس سے عمل کی ادائیگی درست ہو سکے۔

(۵) علم اور عمل نہایت ضروری ہے۔

(۶) علم کی روشنی کے بغیر عمل کرنے والے کولھو کے بیل کی طرح ہیں۔

(۷) عمل اس وقت عمل کہلائے گا جبکہ شریعت کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہو۔

مناقب و سلام حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

مسدس مبارک

در مدح جناب قطب الاقطاب فرد الافراد پیشوائے اہل توحید و تفرید حضرت داتا گنج بخش صاحب علی ہجویری نور اللہ مرقدہ از سلطان العاشقین معارف آگاہ حضرت خواجہ مستان شاہ صاحب کابلی رحمۃ اللہ علیہ :-

مالک ملک دو عالم خواجہ ہر دوسرا — نہ سپہرش سایہ گرداں مہر و ماہش خاکپاء
اولیاء اللہ لاء ن علیہم راسزا — کیست آں ظل الٰہی نور پاک مصطفےٰ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

شاہباز قاف قدس و طائر صدرہ نشین — بل بود سکاں سدرہ مرد راز ریکنیں
حامل بار امانت حامی دنیا و دیں — آستاں بوس حریمش غوث قطب اجمعیں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

نور پاک مصطفےٰ پر وردہ رب جلیل — کعبہ معنی دلہا رابود ہم چوں خلیل
فیض عامش، کردہ جاری خلد آسازیں قبیل — جوئے شہد و جوئے شیر و سلسبیل و زنجبیل

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

روضہ پر نور پاکش و ززمیں ہمچوں بہشت — بہرہ ور از فیض عامش خاص و عام و خوب و زشت
تیر رفتہ بازگرد اند بدل ساز و سرشت — خوش بسفتہ دراو صافش معین الدین چشت

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

نور بیچون تقدس درمیان ماء وطین　　حق پرستاں راکشودہ دیدہ حق الیقین
خازن گنجینہ اسرار باشد امیں　　سایہ الطاف ایزد رحمتہ للعالمین

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

ناصیہ فرسا ہمہ روئے زمین بردر گہش　　پہلوئے شیر فلک رائے در اندرد بہش
از خدا آگہ دل راخیال آگہش　　شد معین الدین فرید الدین بطوفش چلہ کش

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

اے شہنشاہ دو عالم خواجہ مالک رقاب　　از فراقت دیدہ ماگریہ دار وچوں سحاب
تابشر خورشید عالم در زمین زیر نقاب　　ہر زمان خواند فلک یا لیتنی کنت تراب

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

اے کہ از خوبان عالم بردہ یکسر سبق　　چرغ خیر مقدمت کردہ ستارہ در طبق
سینہ بے کینہ لت از تیغ وحدت گشتہ شق　　آفتاب ملک معنی ذات آں دیدار حق

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

شاہ جیلاں غوث اعظم شیخ ارض و نہ سما　　گفت در جمع مریداں از کرامت بارہا
ہم زمانہ گر ہمی بودم علی ہجویر را　　تازہ بیعت کردے بردست آں بیضا لقاء

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

شاہ عالم فخر آدم قطب جملہ اولیاء　　سید عالی نسب فرزند خاص مصطفے
سر حق اسرار احمد نور پاک مرتضے　　مرحباؤ مرحباؤ مرحباؤ مرحبا!

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

چشم مستت سرمہ کش از کحل مازاغ البصر　　مقبس از روضہ پر نور تو شمس و قمر
مہر تو منقوش بروں ہمچو نقش کالحجہ　　یک نظر بر حال مسکین و فقیراں یک نظر

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

طوف کویت مے نمائید جملہ طوافیاں　　چوں طواف کعبہ اللہ مے نمائید حاجیاں
در صفاء مروہ کویت ہمہ نعرہ زناں　　صاحب بیتے نظر بر حال زار عاجزاں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

جسم زاریم و نظر ناروح و روحانی شویم　　بر ہم از خاکدان تیرہ نورانی شویم
تا کے لبیک گویاں جان و اپجانی شویم　　عید وصلت رانما تاجملہ قربانی شویم

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

لاہور از فیض قدومت رشک بستان ارم　　میرسد برطوف کویت ہندی و رومی عجم
کعبہ ثانی شدہ برعاشقاں زاں لاجرم　　برزبان پیرو برناگشتہ جاری و مبدم

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

شہسوار اوج ولایت عرش اعلی متکاء　　لطف کن از فیض عامت خواجہ عالم پناہ
زاں نظر جو حضرت اجمیر کردی بادشاہ　　کن بحال زار مستان شاہ کابل یک نگاہ

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

مخمس بر مصرع خواجہ حافظ شیرازی

در مدح حضرت سید الاولیاء قطب الاقطاب والا جناب پیشوائے اہل توحید و تفرید
حضرت مخدوم علی ہجویری داتا گنج بخش لاہوری نور اللہ مرقدہ

(از مولوی محرم علی صاحب چشتی لاہوری)

سگ دربار تو بر فرق شہاں خواہد بود — عاشق روئے تو جانان جہاں خواہد بود
روضہ پاک زبس رشک جناں خواہد بود — سوئے ایں قبلہ رخ اہل زماں خواہد بود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

وصف از خامۂ ایں عاجز مسکین چہ شود — خادمت مدح تو اے حضرت داتا چہ کند
یمن ایں مرقد پاک تو نہ حدے دارد — برزمینے کہ نشان کف پائے تو فتد
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

ہر قدر نور و تجلی کہ عیاں مے بینم — مرقد پاک تو یک مظہر آں مے بینم
بس کہ او ثانئے محراب جناں مے بینم — برسر ابروئے پاک تو پنان مے بینم
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

گفتہ پاک تو چوں زنگ ضلالت بزدود — قلب طالب تو سوے سماہا بربود
بس کہ ایں ہر کرہ فقر بعالم بکشود! — برسوئے نکتہ ایں کشف تو دانم زشہود
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

رخش مہرت شدہ آراستہ با سازو بہ زیں — از سما رخ بکند گر بسوئے ملک زمین
برسر نقش دو نعلش چو ہلال ازرہ دین — ماہ ہاخلق شود راکع و دیگر بہ یقیں
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

اے خوشا حال کسے آنکہ بفہد خویش — فرخ آنست کہ در خواب بہ بیند رویش
گر کسے زرہ یک ذرہ بیابد بویش — نیک بنی کہ زہر طبقہ عالم سویش
سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

قبلہ و کعبہ ما حضرت بابائے فرید　　　　فت چوں حضرت بیلاں بجمعے
ہر کہ باصدق رہ خدمت وا؟ بدوید　　　　زمرید
جانب یک سر پالیش تو بخواہی ایں دید

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

نظم من گر بنود خوب بباشد ہمہ زشت　　　　کن تو مقبول پے حضرت مستان شہ چشت
چونکہ در مدح تو ایں چند سخن بانبوشت　　　　باوراایں است سوئے خامہ چشتی بہشت

سالہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

مسدس بطور سلام

بحضور فیض گنجور سر آمد اولیائے کبار زبدہ اخیار و ابرار حضرت مخدوم علی ہجویری ملقب بہ داتا گنج بخش لاہوری رحمۃ اللہ علیہ بتضمین شر حضرت خواجہ معین الدین الحسن السنجری ثم اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ)

(از طبع زاد مولوی فیروز الدین صاحب مترجم کشف المحجوب لاہور)

السلام اے آفتاب خاندان مصطفے　　السلام اے سردلستان محمد مجتبی!
السلام اے نور چشمان علی مرتضے　　السلام اے فخر فرزندان امام باصفا
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے قدوہ درگاہ رب ذوالجلال　　صد سلامت یا علی یا مظہر شان جمال
السلام اے طاہر صدرہ نشین خوش مقال　　السلام اے صاحب فضل و کمال لایزال
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے ساقی صہبائے نور معرفت　　السلام اے قاسم لطف و سرور معرفت
السلام اے شرح فرمائے ظہور معرفت　　السلام اے گوہر پاک بحور معرفت
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے غازی میدان زہد و اتقاء　　السلام اے کشتہ شمشیر عشق جانفزاء
السلام اے پہلوان عرصہ فقر و غناء　　السلام اے تاجدار و فاتح ملک ولا
گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے نغمہ خوان قل ہو اللہ احد　　السلام اے صدر بزم عشق اللہ الصمد
السلام اے ماہر تجرید و تفرید ابد　　السلام اے محو لم یولد قتیل لم یلد

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے مہبط فیض حقیقت السلام　　السلام اے سرمہ چشم بصیرت السلام
السلام اے رہبر ملک طریقت السلام　　السلام اے داب شریعت السلام

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے مرجع و امید گاہ شیخ و شباب　　السلام اے بادشاہ اولیائے پنج آب
السلام اے سرگروہ صوفیائے عالی جناب　　السلام اے گنج بخش بے شمار و بے حساب

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام بے چارہ بے چارگان بے نوا　　السلام اے مرہم جاں بخش زخم جاں گزا
السلام اے ہر مرض را خاک تو دارالشفاء　　السلام اے وجہ تسکین دل ہر مبتلاء

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے حامئے درماندگان ناتواں　　السلام اے اوج بخش در حضیض افتادگاں
السلام اے قاطع بدعات و کفران جہاں　　السلام اے ہادی پیراں دلیل طالباں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے روئے زیبائت جواب صد بہشت　　السلام اے فیض یاب درگہت ہر خوب وزشت
نقشبندی' قادری و سہروردی دربسفت　　ہمزباں دردمد حستت' ہمچوں معین الدین چشت

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

السلام اے حضرت مخدوم عالم السلام جز سلامت نیست دیگر یک کہالم السلام
نفس و شیطانند ہر دم در زوالم السلام کن برایں اعدائے دیں فیروز عالم السلام

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

اردو

(از مولوی فیروز الدین صاحب مترجم کشف المحجوب لاہور)

ہیں ترے در پر سلامی ہو رہے باصد ولا　　ہندی و سندھی و کشمیری و افغانی شہاء
جو کوئی آتا ہے لیجاتا ہے اپنا مدعا　　کیوں نہ پھر نکلے ہر اک کے منہ سے یہ سچی صدا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

چشتیوں کو فخر تجھ سے قادری تجھ پر فدا　　نقشبندی تجھ پہ نازاں سہروردی جبہ سا
صابری ہو یا نظامی یا سلیمانی گدا!　　صدق دل سے ہے ہر اک قائل ترے اوصاف کا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

کس قدر ہے روضہ انور تیرا معمور نور　　رحمت و برکت کا ہر دم جس پہ ہوتا ہے ظہور
ہے صلوۃ و صوم پر درود و وظائف کا وفور　　ہر گھڑی قرآن خوانی ذوق افطار و سحور

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

آفتاب فیض ہے تو فقر کا مہر منیر!　　صاحب تاج کرامت ملک معنی کا امیر!
طالبوں کا قبلہ جاں عارفوں کا زندہ پیر　　نامرادوں کی مراد اور بیکسوں کا دستگیر

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

ہیں تصانیف معلے گنج گوہر لا کلام!　　کشف محجوب اور کشف اسرار ہے جن سے دوام
علم خود نازاں رہے گا جس کی ہستی پر مدام　　راز دار فقر جن سے ہو رہے ہیں خاص و عام

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

غزنی و ہجویر تھا گر مفتخر تجھ سے مدام — کردیا پنجاب کو بھی تو نے مشہور انام
زیور لاہور ہے درگاہ جنت احتشام — تیرا خطبہ پڑھ رہا ہے ملک سارا صبح و شام

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

فخر ہو مجھ کو نہ کیوں اس عزت احضار پر — جبکہ ہو نازاں ہر اک سائل تیری سرکار پر
جان و دل قربان ہے شاہا تیرے دربار پر — ہر سلامی صدق سے قائل ہے اس اقرار پر

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

ہوں تیرے در کا سلامی میں بھی اے شاہ شہاں — میری حالت موبمو ہے آپ پر ساری عیاں
کب تلک یہ دل رہیگا نامراد و نیم جاں — کیجئے چارہ کہ تم ہو چارہ بے چارگاں

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

گنج بخشی آپ کی آفاق میں مشہور ہے — دلدہی خستہ دلوں کی آپ کا دستور ہے
نرغہ اعداء میں یہ قلب حزیں محصور ہے — یاعلی امداد کیجئے! منتظر مہجور ہے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

یا علی مخدوم ہجویری! نگاہ التفات — کشت دل کے واسطے ہے ابر رحمت تیری ذات
شرم اس فیروز عاصی کی ہے شاہا تیرے ہات — بند عصیان و غم دنیا سے دیدیجئے نجات

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

جب تلک باقی الٰہی! اثر نور و نار ہو
گنج بخش دین و دنیا آپ کا دربار ہو

قبلہ حاجات عالم آپ کی سرکارِ ہو
زائروں کو دمبدم اس شعر کا تکرار ہو

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما
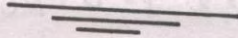
از جناب مفتی غلام سرور صاحب لاہوری

یا جناب مصطفےٰ سلطان داتا گنج بخش
یا محمد بادشاہ دین و دنیا گنج بخش

میرے صاحب میرے مالک میرے آقا گنج بخش
میرے حضرت میرے والی میرے مولا گنج بخش

مانگنے کے واسطے آیا ہے در پہ آپکے
یہ فقیر بے نوا عاجز گدایا یا گنج بخش

خیر بخشو اپنے گنجینے سے یا خیر الورے
خالق اکبر نے ہے تجھ کو بنایا گنج بخش

آپکے در کے ہیں سائل بادشاہان جہان
نام ہے مشہور دنیا میں تمہارا گنج بخش

گنج علم و گنج عرفان گنج سیم و گنج زر
بخشو اس دریوزہ گر کو میرے داتا گنج بخش

کون آیا ہے سخی دنیا میں ثانی آپ کا
اور ہوا ہے کون اس رتبے کا پیدا گنج بخش

مانگنے آتا ہے جب کوئی گدا دربار پر
آپ دیتے ہیں اسے فی الفور سارا گنج بخش

ایک گر مانگے کوئی دس اس کو کرتے ہو عطا
کون ایسا دوسرا دنیا میں ہوگا گنج بخش

ہے یقیں اب سرور مفلس غنی ہوجائیگا
پالیا ہے اس نے اب یثرب میں اپنا گنج بخش

از طبع زاد جناب محی الدین صاحب

دو جہاں زیر نگین مہر نام گنج بخش
جن و انسان و ملک منقاد ورام گنج بخش

سید السادات نور مصطفٰے و مرتضےٰ
گردش چرخ بریں باشد بکام گنج بخش

بادشاہ اولیاء والا قدر عالی محل
سلم ہفت آسمان کمتر زبام گنج بخش

پیر کامل مرشد و ہادی مکمل راہنما
بوئے عرفان الٰہی درمشام گنج بخش

برمزار پاک او صد شعلہ ہائے نور حق
روشن از صبح درخشاں ہست شام گنج بخش

گر ہمے خواہی کہ بینی بزمین باغ ارم
روضہ انور مقدس بین مقام گنج بخش

معتقد راتاج عزت مے نہد برفرق سر
گردن منکر زند براں حسام گنج بخش

ہر کہ آمد با ارادت صد سعادت یافت او
ہر کسے شد بہرہ یاب از فیض عام گنج بخش

ہرکرا اندک عطا ازوے میسر شدبس است
مست دارد تاقیامت جرعہ جام گنج بخش

روز و شب ورد زبانم ہست نام پاک تو
اسم اعظم یا قسم من پاک نام گنج بخش

کہ نفس است دائم درکجی و سرکشی
کس نہ گرداند مطیعش جز لگام گنج بخش

دردلم جز مدعائے دیدن دیدار نیست
گوش ہم خواہد شنیدن یک کلام گنج بخش

از خدا خواہم کہ یابد دیدہ ام دیدار تو
شکر حق افتاد مرغ دل بدام گنج بخش

گنج عرفان الٰہی نیز گنج عافیت
کن عطا یا رب بایں مسکیں بنام گنج بخش

ہر زمانش میفرستم صد سلام و صد دعاء
برامید آنکہ یابم یک سلام گنج بخش

ازدل و جانم غلام شاہ میراں محی دین
نیز از فضل خدا، ہستم غلام گنج بخش

دیگر فارسی

گنج بخش از لطف خود ایں بیکساں را گنج بخش صحت کامل زہر بیماری و ہر گنج بخش

ایضاً

گر ہے خواہی کہ بینی برزمیں باغ ررم روضہ انور مقدس ہیں مقام گنج بخش

ہر کہ آمد از ارادت صد سعادت یافت او ہر کسے شد بہرہ یاب از فیض عام گنج بخش

ایضاً

چشمکے ہابیں کہ حوراں را بگلزار بہشت مے کنند او نے غلامان جناب گنج بخش

گر بصیرت ہست دربارش بچشم دل بہ بیں قبلہ حاجات عالم، ہست یاب گنج بخش

ایں خزائن ہائے عرفان راکہ باین دعارفاں ہست اکثر ازعطا ہائے جناب گنج بخش

بالضرورت مقصد دنیا و دیں حاصل شود
کر کنی یک چلہ اندر جناب گنج بخش

ترجیع بند

بہ عتبہ عالیہ بندگان سرکار ابد قرار نائب مناب سید المرسلین عارف معارف صدر عرش نشیں زبدۃ الثقلین عمدۃ الدراین ہادی گمراہان ضلالت خضر بادیہ طریقت سرمایہ جناب اجمیری فیض رساں عالم و عالمیان حضرت داتا گنج بخش صاحب علی ہجویری اوام اللہ فیوضہ۔

(از تصنیف سید فیروز شاہ صاحب شوق امرتسری تلمیذ حضرت استاذی المعظم نواب فصیح الملک بہادر مرزا داغ دہلوی)

عاشق شیدا علی مشتاق محبوب خدا　　رونق لاہور بستی آفتاب پر ضیاء
آستانے پر ترے جھکتے ہیں سب شاہ و گدا　　اے مرے حامی مشکل اے میرے حاجب روا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

بیکسوں کے آپ وارث اے ولی شان خدا　　آپ محتاجوں کے والی درد مندوں کی دوا
جاری دریا ہے سخاوت کا تری شاہنشا　　مشکلیں حل ہوتی ہیں دربار عالی سے سدا

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

واقف راز نہاں آغاز اور انجام کے　　محسن عالم ہو تم حاجت روا ہر کام کے
صدقے اس دربار کے قربان میں اسکے نام کے　　سائل آتے ہیں یہاں بغداد و روم و شام کے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

آپ کو سید حسن اور شاہ نظام الدین بھی — خواجہ قطب الدین بھی خواجہ معین الدین بھی
یہ بھی تو چاروں کے چاروں اور یہاں دو تین — کہہ رہے ہیں صاحب ارشاد اور تلقین بھی

بھی گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

یہ مجھے معلوم حضرت آپ ہیں ہجویر کے — خاک راہ پر سینکڑوں نقش قدم ہر شیر کے
اے ولی لائی یہاں تیری ہدایت گھیر کے — صاحب لطف و کرم ہو خواجہ اجمیر کے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

جھومتے عابد ہیں سب اسم شہ لولاک پر — وجد میں صوفی ہیں ہے دھوم عرس کی افلاک پر
لوٹتے پھرتے ہیں مجذوب آج فرش خاک پر — کہہ رہے سالک ہیں یہ مل کر مزار پاک پر

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

دست بستہ شوق کی اب التجا ہے آپ سے — دور بیماری ہو اتنا مدعا ہے آپ سے
تنگ آکر عرض کرنا پڑا ہے یہ آپ سے — آپ اولاد علی ہیں کہدیا ہے آپ سے

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں راپیر کامل کاملاں را رہنما

قطعہ تاریخ

(از جناب میر کرامت اللہ صاحب میر امرتسری)

فوق حالات خواجہ ہجویری — زد رقم بالعشی والابکار
ازپے سال انطبا عش میر — گفت ہاتف مرقع اذکار

☆☆__________☆☆

مطبوعات
ادارۃ الاویس لاہور

سیرت رسول عربی — علامہ نور بخش توکلی — 250/-
(لائبریری ایڈیشن)
سادہ ایڈیشن — علامہ نور بخش توکلی — 125/-
فن خطاطی — خورشید عالم گوہر — 125/-
فن تقریر — مصباح الحسن ڈار — 100/-
خیابان آرزو (شاعری) — محمود الحسن آرزو — 100/-
اور نیل بہتا رہا (سفرنامہ) — اکمل اویسی — 125/-
سوانح عمری — اکمل اویسی — 54/-
(حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ)
قطرہ قطرہ دریا — مرتب اکمل اویسی — 250/-
(مقالات ڈاکٹر ظہور احمد اظہر)
دنیا میرے آگے — آفتاب احمد خان — 60/-
علم التجوید — قاری غلام رسول — 18/-
نامور خواتین — راحیلہ بشیر — 40/-
الاویس — ارشد اویسی — 40/-
ثنائے مصطفیٰ — اکمل اویسی — 15/-
ثنائے محبوب — اکمل اویسی — 15/-
معجزہ شق القمر — ارشد اویسی — 15/-
مسائل زکوۃ — مفتی عبدالعزیز — 15/-
کلام بلھے شاہ — راحیلہ بشیر — 45/-
کلام شاہ حسین — روزینہ ندیم — 40/-

فیضان فرید — میاں نذر محمد
(منظوم اردو ترجمہ دیوان خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہ)
شوگر کیا ہے؟ — ڈاکٹر عبدالوحید

مزیدار کھانے — راحیلہ بشیر
سلطان العاشقین — اکمل اویسی
(سیرت خواجہ اویس قرنی)
سیرت حضرت بلال رضی اللہ عنہ — اکمل اویسی
سوئے حجاز (سفرنامہ) — اکمل اویسی
نغمہ سحر گاہی — اعجاز خلیل اعجا
افسانوں کا مجموعہ — مسز ثمینہ پیرزا
زیڈ اے بخاری
کے حالات زندگی — مسز ثمینہ پیرزا
کلیات
خواجہ نور الحسن اویسی — مرتب اکمل او
کافرستان (سفرنامہ) — افضل شیرازی
کتاب مبین (زیر طبع) — خورشید عالم گو
(علوم قرآن پر مفصل کتاب)
منہاج التصوف (زیر طبع) — خورشید عالم گ

اللہ وحدہ — خورشید عالم گوہر
تاجدار رحمت — خورشید عالم گوہر
پاکستان
اسلامی بم تک — خورشید عالم گوہر
(پچاس سالوں کا تفصیلی تذکرہ)
نقش گوہر — خورشید عالم گوہر
(خطاطی پر جامع کتاب)
جواہر القلم — خورشید عالم گوہر

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار شریف کے قریب چشمہ فیض کا یہ کنواں
[illegible] تعمیر کرایا تھا